
Pakistanipoint
Waqar
Azeem

عمران سیریز

نائٹ ایکسپریس

I

اظہر کلیم



اس ناول کے تمام کردار مقام نام، واقعات فرضی ہیں۔ کسی قسم کی جزدی یا کلی مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی۔ جس کے لئے پبلشرز، پرنٹر، مصنف ذمہ دار نہیں ہونگے

ناشر ———— محمد شاہجہان
پیش کار ———— عامر چوہان
تزئین کار ———— امین راہی
قیمت ———— چھ روپے
پرنٹر ———— آصف مشتاق لاہور
ڈیزائنر ———— شمس
تعداد ۲۱۰۰

روبی پبلی کیشنز
اردو بازار
لاہور

عمران سیریز کا تہلکہ خیز ناول



روبی پبلی کیشنز
اردو بازار
لاہور

ٹرن ..... ٹرن ..... ٹرن ـــــــــ

جولیا نے کسمسا کر کروٹ بدلی۔

رات کے سناٹے میں کال بیل کی آواز نے اس کی نیند اُچاٹ کر دی۔ وہ سہری بوجھل آنکھوں لیٹی ہوئی تھی ـــــ اور کال بیل کا شور اسے کہیں دُور سے آتا سُنائی دے رہا تھا۔

چند لمحوں بعد احساس بیدار ہوا تو اس کا سارا جسم پسینے میں بھیگ گیا ـــــــ!

دیوار پر گیر گھڑی رات کے دو بجے کا اعلان کر رہی تھی۔ رات کے اس پہر کون ہو سکتا ہے.......؟ جولیا نے سوچا اور ایک ڈھیلی سی

سی انگڑائی لے کر مسہری سے اُٹھ گئی ۔

اچانک زیرو پاور کا رنگین بلب خود بخود بجھ گیا۔ شاید بلب فیوز ہو گیا تھا۔ بیڈ روم میں گھپ اندھیرا ہو گیا..... وہ اندھیرے ٹٹولتی ہوئی دروازے کی طرف بڑھی ——— !

ٹررن..... ٹررن..... ٹررن

اندھیرے میں ٹیلیفون کی گھنٹی کی آواز بڑی خوفناک محسوس ہو رہی تھی۔ پھر گھنٹی بجانے والا شاید بٹن پر انگلی رکھ کر سو گیا تھا۔

گھنٹی مسلسل کرخت آواز میں چلا رہی تھی۔

باہر موسم ابر آلود ہو رہا تھا........ کبھی کبھی بجلی چمکنے سے ماحول لمحہ بھر کے لئے دکھائی دیتا اور پھر اندھیرے کی دبیز چادر میں ملفوف ہو جاتا.....

جولیا اُلجھے ہوئے ذہن کے ساتھ رات کے اس پہر آنیوالے کے بارے میں قیاس آرائی کرتی ہوئی دروازے کے قریب پہنچی۔

چٹخنی گرا کر اس نے دروازے کے پٹ کھولے۔

باہر ہوا سائیں سائیں کر رہی تھی۔

دفعتاً بجلی بڑے زور سے چمکی۔

جولیا کی نگاہ دروازے کے سامنے کھڑے ہوئے ایک شخص پر پڑی اور وہ ایک بھیانک چیخ مار کر واپس پلٹی۔

بجلی کے جھماکے میں اس نے ایک نگاہ میں اس شخص کا سراپا دیکھا تھا لیکن کیا وہ واقعی کوئی انسان تھا ——؟ نہیں —— بلکہ وہ ایک سفید لاش تھی... سر سے پاؤں تک سفید..... اور برہنہ لاش۔ ———

جولیا خوفزدہ ہو کر چیختی ہوئی واپس بھاگی۔ اس کا دل سینے میں اس بُری طرح دھڑک رہا تھا۔ جیسے کوئی پل میں پسلیاں توڑ کر باہر نکل جائے گا۔

اس نے مسہری کے قریب پہنچ کر واپس پلٹ کر دیکھا۔ اور اس کے حلق سے ایک اور چیخ نکل گئی...... دروازے کے فریم میں ایک سایہ سا کھڑا تھا............ بجلی پھر چمکی ———

روشنی کا ایک جھماکا ہوا۔ اور جولیا کی سانسیں بے ترتیب ہو گئیں۔ وہ سایہ لڑکھڑاتا ہوا اندر داخل ہو رہا تھا۔

اچانک بیڈروم پر سبز رنگ کی روشنی پھیل گئی۔

شاید بلب سے منسلک تاروں میں عارضی خرابی پیدا ہو گئی تھی۔

جولیا کا کانپتا ہوا ہاتھ تکیہ کے نیچے رینگ گیا..... اس نے اپنا پستول نکال کر جلدی سے اس سائے کی طرف تان لیا جو اس سے کچھ فاصلے پر کھڑا اِدھر اُدھر جھول رہا تھا ——— !

خبردار میرے نزدیک مت آنا۔

جولیا نے اپنی اعصابی قوتوں پر قابو پاتے ہوئے لہجے کو تحکمانہ بنانے کی کوشش

کی لیکن وہ خوف کی لرزش کو نہ چھپا سکی۔

سائے کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا

جولیا آہستہ آہستہ چلتی ہوئی سوئچ بورڈ کی طرف بڑھ گئی۔ اس دوران اس کے پستول کا رُخ بدستور سائے کی طرف رہا۔ جو اب ایک صوفہ پر گر گیا تھا۔ جُولیا نے الٹے ہاتھ سے سوئچ آن کر دیا۔

پُورا کمرہ روشنی میں نہا گیا۔ اور زیرو پاور کے بلب کی رنگین روشنی غائب ہو گئی۔ اس نے لپک کر دروازہ بند کیا ——— باہر طوفانی ہواؤں کے جھکڑ چل رہے تھے۔ شائد اس لئے پڑوس کے مکینوں نے اس کی چیخ کی آوازیں نہیں سُنی تھیں۔ دروازہ بند کر کے وہ واپس پلٹی ———

اب وہ صوفے سے چند قدم کے فاصلے پر کھڑی تھی۔

اس نے غور سے دیکھا ———

وہ ایک سفید رنگ کی لاش ہی دکھائی دے رہی تھی۔ کم از کم جُولیا نے اپنی زندگی میں ایسا کوئی انسان نہیں دیکھا تھا۔

وہ بالکل برہنہ تھا ——— سر تا پا برہنہ اور غیر معمولی سفید ———

جولیا کا پُورا جسم پسینے میں نہا رہا تھا۔

اچانک سفید لاش میں حرکت ہوئی۔

جولیا کے حلق سے خوفزدگی کی ایک گھٹی گھٹی سی چیخ نکل گئی۔

اس کا چہرہ کس قدر بھیانک تھا۔

ایک گال ادھڑ کر لٹک رہا تھا جس سے خون کی بجائے سفید رنگ کا مائع بہہ رہا تھا۔ آنکھوں کی جگہ دو گڑھے تھے۔ جن سے سفید رنگ کا مواد بہہ کر گالوں تک آ گیا تھا...... دہانہ بھی اسی طرح تھا۔ جیسے چھُری سے کاٹ دیا گیا ہو۔ جولیا نے دیکھا اس کا زیریں ہونٹ نیچے لٹک رہا تھا جس کی وجہ سے سفید نوکیلے دانت جھانک رہے تھے۔ اور اس کا چہرہ نوکیلے دانتوں کی وجہ سے مزید بھیانک دکھائی دے رہا تھا۔

سفید لاش کے لٹکے ہوئے ہونٹ میں حرکت پیدا ہوئی۔

جولیا ہمت کر کے اس کی طرف جھک گئی۔

خر.... خر.... خراہٹ سی اس کے حلق سے نکلی ——— ——— اور پھر بڑے ہی مدھم لہجے میں جولیا نے سُنا....

نائٹ ایکسپریس !

نائٹ ایکسپریس ——— جُولیا بڑبڑائی ———

ہونٹ بدستور ہل رہا تھا۔ شاید وہ کچھ اور بھی کہہ رہا تھا لیکن آواز اس قدر دھیمی اور کھرکھراتی ہوئی تھی کہ وہ سمجھ ہی نہ سکی کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ پھر اس کے حلق سے ایک طویل سانس نکلی۔

سفید لاش کا سر ڈھلک گیا تھا۔

اب اس کے سامنے واقعی ایک سفید رنگ کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ بے حس و

حرکت جس کا پورا جسم سوزش زدہ دکھائی دے رہا تھا۔

جولیا حیران تھی کہ اس قدر شکستہ حالت میں وہ سیڑھیاں چڑھ کر اس کے فلیٹ تک کیسے پہنچ گیا ــــــ

اگرچہ وہ فرسٹ فلور پر رہتی تھی تاہم مُردہ آدمی کی حالت ایسی تھی کہ وہ چند قدم بھی بمشکل چل سکتا تھا..... پھر...... پھر یہ کیا اسرار ہے کہیں..... میں خواب تو نہیں دیکھ رہی۔

جولیا دھیرے سے بڑبڑائی...... لیکن یہ خواب کس طرح ہو سکتا ہے۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اس دَور کی حیرت انگیز اور عجیب و غریب لاش پڑی ہوئی تھی۔

اس کے ذہن میں ایک خیال پیدا ہوا۔

نہ جانے اسے کیوں اپنی آنکھوں پر اعتبار نہیں آ رہا تھا۔

اس نے اپنے بائیں ہاتھ کو دانتوں تلے دبا کر کاٹ ڈالا..... تکلیف کی ایک سسکاری اُس کے حلق سے نکل گئی۔

یقیناً یہ سب کچھ حقیقت تھا۔

ٹک ٹک ــــــ ٹک ــــ ٹک ــــــ

دیوار گیر کلاک کا پنڈولم وقت کی تسبیح کے دانے گرا رہا تھا۔

کمرے میں گہرا سناٹا تھا ــــ ایک خوفناک لاش کی موجودگی رات کے ڈھائی بجے کا عمل ــــ باہر طوفانی ہواؤں کی پھنکاریں اور کبھی

کبھی گرج کے ساتھ آسمانی بجلی کے جھپاکے......

جولیا کو اپنا دماغ چکراتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے۔

بار بار اس کے ذہن میں ایک ہی نام چکرانے لگا ــــ نائٹ ایکسپریس'

نائٹ ایکسپریس ــــ ٹک ٹک ــــ ٹک ٹک ــــ

کلاک کی آواز اور پھر اس کے دماغ میں جیسے ریل گاڑی گھس گئی ہو۔

اس نے اپنا چکراتا ہوا سر سنبھالنے کی کوشش کی اور پھر اس کے ذہن میں ایکسٹو کا نام گھوم گیا ــــــ

مجھے فوراً چیف کو اطلاع دینی چاہیئے۔

وہ بڑبڑائی ــــ!

لیکن رات کے اس پہر کیا چیف موجود ہو گا ــــ کہیں وہ بے وقت جگائے جانے پر جھلا نہ اٹھے ــــ اس کے ذہن میں فوراً ہی ایک اور خیال پیدا ہوا ــــ لیکن یہ خیال اسے فون تک پہنچنے سے باز نہ رکھ سکا ــــ

اپنی حالت پر قابو پانے کے لئے اس نے اپنی تمام تر ذہنی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کے بعد ایکسٹو کے نمبر ڈائل کئے۔

دوسری طرف فون کی ٹوں ٹوں ــــ سنائی دے رہی تھی۔

جولیا رسیور ہاتھ میں تھامے انتظار کرتی رہی۔

پانچ منٹ وہ مایوس ہو کر سلسلہ منقطع کرنے ہی والی تھی کہ دوسری طرف سے رسیور اٹھانے کی آواز سنائی دی۔

ایکس ٹو......!

اس کے پر اسرار چیف کی بھرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

میں جولیا بول رہی ہوں جناب!

جولیا کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کی آواز کہیں دور سے آرہی ہو۔ اس نے فقرے کا آخری حصہ پوری قوت سے چلا کر کہا جس کے نتیجے میں جناب کا لفظ ایک چیخ کی طرح ہوا۔

رات کے اس پہر.... کیا بات ہے تم کچھ خوف زدہ محسوس ہو رہی ہو؟...... ایکسٹو کی سپاٹ اور جذبات سے عاری آواز آئی۔

یہاں.... یہاں میرے بیڈ روم میں......

جولیا نے بمشکل کہا اور پھر اس کی نگاہ سامنے صوفے پر پڑی ہوئی سفید خوفناک لاش پر پڑی۔ اسے اپنا حلق خشک ہوتا محسوس ہوا۔

جولیا.....!

دوسری طرف سے ایکسٹو کا لہجہ حد درجہ خوفناک تھا۔

یس...... یس سر......

وہ ہکلا دی۔

کیا تم کوئی ڈراؤنا خواب دیکھا ہے؟

ایکسٹو کی آواز انتہائی سرد تھی۔

نج.... جی نہیں.... یہ حقیقت ہے ــــ وہ میرے سامنے مُردہ پڑا ہوا ہے..... وہ سفید ہے بالکل سفید۔

کس کی لاش ـــــ؟

ایکسٹو کے لہجے میں اب استعجاب کی جھلک تھی۔

جواباً جولیا نے بمشکل اسے پوری تفصیل سے آگاہ کر دیا۔

اوہ..... میں ابھی عمران کو بھیجتا ہوں۔ ایکسٹو نے یہ کہہ کر سلسلہ منقطع کر دیا اور جولیا سکتے کے عالم میں رسیور تھامے کھڑی کی کھڑی رہ گئی۔

باہر ہواؤں کا شور بڑھ گیا تھا۔

بجلی وقفے وقفے کے بعد چمک رہی تھی۔

بادلوں کی خوفناک گڑگڑاہٹ میں اضافہ ہو گیا تھا۔

رسیور جولیا کے ہاتھ سے نکل کر نیچے گر گیا اور میز سے نیچے جھولنے لگا۔ وہ اس سے لاپرواہ ٹکٹکی باندھے اس پر اسرار لاش کو گھور رہی تھی۔

بلیک زیرو نے رانا پیلس میں جولیا کی کال رسیو کی اور حالات کا علم ہونے پر وہ بُری طرح بوکھلا گیا ...... ؟

دارالحکومت میں عجیب و غریب واقعات آئے دن ہوتے ہی رہتے تھے۔ لیکن جولیا نے جس قسم کی لاش کا تذکرہ کیا تھا۔ وہ اپنی نوعیت کی حیرت انگیز لاش تھی۔

اس نے عمران کے فلیٹ کے نمبر ڈائیل کئے اور اسے اطلاع دی۔

اگرچہ عمران اس رات بُری طرح تھکا ہوا تھا۔ تاہم جولیا کے فلیٹ میں ایک لاش کا ہونا کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ اس نے بڑی

عجلت سے کپڑے تبدیل کئے اور گیراج سے فیاٹ نکال کر تیز رفتاری کے سابقہ تمام ریکارڈ توڑتا ہوا جولیا کے فلیٹ کی طرف چل دیا۔

اس کی آنکھوں سے نیند کا ہلکا سا خمار بھی محسوس ہو رہا تھا۔

عمران کی یہ حیرت انگیز خصوصیت اس کے لئے بڑی کارآمد تھی...... عجیب و غریب حالات و واقعات کو محسوس کرتے ہی وہ حیرت انگیز طور پر چاک و چوبند ہو جاتا تھا۔

اس وقت وہ انتہائی محتاط اور پھرتیلا دکھائی دے رہا تھا۔

اس کی نگاہیں سامنے سڑک پر جمی ہوئی تھیں.... ونڈ سکرین کو بارش کی ننھی ننھی بوندوں نے دھندلا سا دیا تھا۔

عمران نے ہاتھ بڑھا کر وائپر سٹارٹ کر دیئے۔

موسم انتہائی خراب تھا۔

گرج چمک کے ساتھ بوندیں پڑ رہی تھیں۔

ہوا تیز رفتاری کے ساتھ چل رہی تھی...... اگرچہ عمران نے ایکسیلیٹر پر پاؤں کا پورا بوجھ ڈال رکھا تھا۔ تاہم ہوا کے تیز جھکڑوں کی مزاحمت سے فیاٹ کی رفتار اثر انداز ہو رہی تھی۔

تقریباً بیس منٹ بعد وہ اس عمارت کے قریب پہنچ گیا جس میں جولیا کا فلیٹ تھا...... اس نے دیکھا سامنے سڑک ویران پڑی تھی۔

از راہِ احتیاط عمران اپنی فیاٹ کو تیز رفتاری سے عمارت کے سامنے والی سڑک آگے لیتا چلا گیا۔

عمارت کے سامنے سے گزرتے وقت اس نے عمارت کے قرب و جوار کا گہری نظروں سے مشاہدہ کیا۔

عمارت کا صدر دروازہ بند تھا۔

کسی کسی کھڑکی سے روشنی جھانک رہی تھی۔

اچھی طرح سے مطمئن ہو کر اس نے گاڑی بیک کی اور عمارت کے سامنے لاکھڑی کی ـــــ اِدھر اُدھر دیکھتا ہوا وہ کار سے نیچے اترا۔

آہنی گیٹ کے چھوٹے دروازے سے اندر داخل ہو کر دبے آواز سیڑھیاں طے کرتا ہوا جولیا کے فلیٹ تک پہنچ گیا۔

اس وقت تک ازلی حماقتوں کے ڈونگرے اس کے چہرے پر واپس آگئے تھے۔ اس نے کال بیل کا بٹن دبایا۔

اندر گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی۔

چند لمحوں بعد دروازے کی دوسری طرف کسی کے قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ پھر جولیا نے دروازہ کھول دیا۔

ایکسٹو نے بتایا ہے کہ یہاں ایک لاش ہے..... ارے باپ رے۔

جولیا کا چہرہ مارے خوف کے سفید پڑ گیا تھا۔

اس نے عمران کی بات کا جواب نہیں دیا۔

دروازے سے الگ ہٹ کر اس نے عمران کو اندر آنے کے لئے راستہ دیا.... عمران کانپتا ہوا اندر داخل ہوا۔

اندر آتے ہی اس کی نگاہ سامنے صوفہ پر گری ہوئی لاش پر پڑی۔ وہ چونک کر چند قدم آگے بڑھ گیا..... اس نے غور سے لاش کا معائنہ کیا اس سے زیادہ حیرت انگیز لاش عمران نے پہلے کبھی نہ دیکھی تھی۔ اچانک اس کی نگاہ اسکے بازو پر پڑی۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے ریل گاڑی کا نشان اس کے بازو پر داغا گیا ہو۔ عمران نے انگشتِ شہادت سے اس نشان کو چھوا۔

اور پھر اس کے منہ سے ہلکی سی سیٹی نکل گئی۔

انگلی کی پور گوشت میں دھنس گئی تھی۔

اس نے پھرتی سے ہاتھ کھینچ لیا۔

انگلی کو کھینچتے ہی گوشت سے سفید رنگ کا مواد بہنے لگا..... عمران نے جولیا کی طرف دیکھا جو سکتے عالم میں لاش کو دیکھ رہی تھی۔

سچ کہتے ہیں لوگ کہ اس زمانے میں لوگوں کا خون سفید ہو گیا ہے عمران نے احمقانہ انداز میں کہا۔ جولیا کے چہرے پر اس جملے کے نتیجے میں کوئی تاثر پیدا نہیں ہوا..... عمران نے اپنا ہاتھ رومال سے صاف کر دیا۔

اس کی انگلی میں ہلکی ہلکی جلن ہونے لگی تھی۔ اس نے وہ جلدی سے

ٹائلٹ میں جا گھسا۔

ہاتھ کو اچھی طرح صابن سے دھویا۔ اب جلن میں قدرے افاقہ ہو گیا تھا، وہ باہر نکلا تو جولیا اسی جگہ سابقہ حالت میں کھڑی تھی۔

اپنے آپ کو سنبھالو جولی......،

میں ٹھیک ہوں۔

جولیا نے نحیف سی آواز میں جواب دیا۔

اگر تم مناسب سمجھو تو ایک مرتبہ پوری تفصیل مجھے بھی بتا دو۔

جواباً جولیا نے اس پراسرار آدمی کی آمد اور صوفے پر گرنے تک کی ایک ایک بات.... ایک ایک حرکت تفصیل سے سنا دی۔ لیکن جب جولیا نے عمران کو بتایا کہ مرنے سے قبل وہ بڑبڑایا تھا اور اس کے منہ سے نائٹ ایکسپریس کا نام سنا تھا۔ تو عمران بری طرح چونک اٹھا۔ اس کے ذہن میں خطرے کی گھنٹی بجنے لگی......،

نائٹ ایکسپریس۔

وہ بڑبڑایا...... اور جولیا کی طرف دیکھنے لگا۔

ہاں اس نے یہی کہا تھا۔

کرایہ کیا بتایا تھا؟

جولیا نے فوراً منہ دوسری طرف پھیر لیا۔

تمہیں اس لاش کی موجودگی میں اس قسم کی گفتگو سے پرہیز کرنی چاہیئے اور خود اپنے بارے میں کیا خیال ہے...... کم از کم اس کم بخت کو کوئی پاجامہ وغیرہ ہی پہنا دیا ہوتا...... تنویر اگر دیکھ لے تو اس کے اوپر کیا گزرے ______

جولیا نے غصے سے کانپ کر منہ پھیر لیا۔

عمران دوبارہ لاش کی طرف متوجہ ہو گیا۔

اچانک اس کے حلق سے ایک طویل سانس نکل گئی

لاش کا سفید گوشت اب چٹخنے لگا تھا..... جیسے گوشت ہڈیوں سے اتر رہا ہو۔ عمران نے جیب سے دستانے نکال کر پہن لئے۔

اس نے جیسے ہی لاش کو سیدھا کرنے کی کوشش کی۔ لاش کا بازو اکھڑ کر اس کے ہاتھ میں رہ گیا ______

عمران نے گھبرا کر اس دستِ بریدہ کو پھینک دیا۔

دوسرے ہی لمحے وہ تیزی سے فون کی طرف لپکا۔ اس نے اتنی پھرتی سے بلیک زیرو کے نمبر ڈائیل کئے۔ کہ جولیا نہ دیکھ سکی۔

چند لمحوں بعد دوسری طرف سے بلیک زیرو کی بھرائی ہوئی آواز سنائی دی...... ایکسٹو......!

میں عمران ہوں ______!

جی فرمائیے؟ بلیک زیرو کا لہجہ مؤدب ہوگیا۔

ڈاکٹر ٹامس کو فوراً یہاں بھیج دو ...... ایمرجنسی!

یس سر — میں ابھی کال کرتا ہوں۔

او کے۔ میں انتظار کر رہا ہوں۔ انہیں لاش کے بارے میں بتا
اگر وہ بیس پچیس منٹ تک یہاں نہ پہنچے تو شاید سب کچھ گل گلا کر پانی

بہت بہتر جناب — ویسے آپ نے کیا اندازہ لگایا؟

جولیا کے تیر نظر کا شکار معلوم ہوتا ہے۔

عمران نے یہ کہہ کر فون بند کر دیا۔

جولیا اسے قہر آلود نگاہوں سے گھور رہی تھی۔

یہ تم نے کس سے گفتگو کی ہے۔

میں اس کا سوتیلا خالو ہوں۔

تم سے بات کرنے کے لئے کتے کا دماغ چاہیئے کہ تم بکتے ر
دوسرا بھونکتا رہے......!

ویری گڈ تو چلو شروع ہو جاؤ!

عمران نے اسے تاؤ دلانے کی کوشش کی۔

جولیا سمجھ گئی کہ ڈاکٹر ٹامس کی آمد تک عمران اسے بور کرنے کا
بنا چکا ہے۔ لہذا دماغ کو ٹھنڈا رکھنا زیادہ مناسب ہوگا۔

وہ جلدی سے کچن کی طرف چل دی۔

میں کافی کی ضرورت محسوس کر رہی ہوں۔

شکر ہے تم نے میری ضرورت تو محسوس کی۔

عمران نے ایک ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے کہا۔ اور لاش کی طرف متوجہ

جولیا کچن میں جا چکی تھی....

لاش اب وقفے وقفے کے بعد چٹخ رہی تھی۔

کبھی کبھی جسم کا کوئی حصہ خود ہی ادھڑ کر ہڈی سے جدا ہو جاتا۔

عمران گہری نگاہوں سے لاش کو دیکھتا رہا۔ لیکن وہ اس کے بارے میں
کوئی نظریہ قائم نہ کر سکا —

ڈاکٹر ٹامس توقع سے بھی بہت جلد جولیا کے فلیٹ پر پہنچ گئے۔

... کی آواز سنتے ہی عمران نے دروازہ کھول دیا۔

... اندر آگئے —

... نوجوان اور خوبصورت ڈاکٹر تھے...... سیکرٹ سروس کے
... کے لئے ایکسٹو نے ان کی مستقل خدمات حاصل کی ہوئی تھیں۔

... ٹامس جیسے ہی اندر آئے۔ انہوں نے حیرت سے لاش کو دیکھا،
... اس صوفے کی طرف بڑھ گئے۔ جہاں سفید لاش کے بکھرے ہوئے

انھوں نے میڈیکل باکس نیچے فرش پر رکھ دیا۔
جھک کر لاش کو ایک گہری نگاہ سے دیکھا۔ اور پھر عمران کی طرف
متوجہ ہوئے ——
کیوں ڈاکٹر!..... کیا اندازہ لگایا آپ نے ؟
دس منٹ پلیز..... پہلے یہ بتائیں کہ یہ لاش کتنے عرصے سے یہاں
پڑی ہوئی ہے ——
صرف ایک گھنٹہ قبل یہ اسی حالت میں اندر آیا تھا۔
کیا ..... ؟
ڈاکٹر ٹامس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں..... آپ کا مطلب ہے
اسی طرح برہنہ اور جس حالت میں یہ پڑا ہوا ہے..... میرا مطلب ہے کیا
چل کر.....
یہ حقیقت ہے ڈاکٹر... عمران نے سنجیدگی سے جواب دیا۔
ناممکن —— ناممکن
ڈاکٹر ٹامس بڑبڑائے۔
عین اسی وقت لاش کا دوسرا بازو بھی اُدھڑ کر لٹک گیا.....
میں اس بازو پر بنے ہوئے ریل کے نشان کو محفوظ کرنا چاہتا ہوں۔
عمران نے سنجیدگی سے کہا ——

ڈاکٹر نے نفی میں سر ہلایا۔
مشکل ہے عمران صاحب..... یہ لاش ابھی چند منٹوں میں بالکل
سڑ کر پانی ہو جائے گی۔
آخر یہ ہے کیا مصیبت ؟
یہ شخص کسی برقی بھٹی پر کام کرتا رہا ہے۔
برقی بھٹی ——؟
عمران بڑبڑایا......
ہاں عمران صاحب—— لاش کا گوشت بتاتا ہے کہ اس کے جسم میں خون
کی ایک بوند تک نہیں ہے—— آپ اس سفید رنگ کے مواد کو دیکھ رہے
ہیں ناں —— یہ چربی اور خون کا محلول ہے۔
عمران حیرت سے لاش کو دیکھتا رہ گیا۔
ڈاکٹر نے اپنے میڈیکل باکس سے ایک بوتل نکالی اور پھر چھری سے بازو
کے اس حصے کا گوشت کاٹ کر الگ کر لیا جس پر ریل کا نشان بنا ہوا تھا۔
انھوں نے اپنی سرنج میں ایک سیال بھرا اور گوشت کے اس لوتھڑے
میں انجیکٹ کر دیا۔
چند لمحے اس لوتھڑے کو دیکھتے رہے۔ پھر ان کی آنکھوں میں کامیابی
کی چمک عود کر آئی۔ انھوں نے جلدی سے ایک چٹکی کے ذریعے سفید گوشت

کا وہ ٹکڑا اٹھا کر ایک بوتل میں بند کر کے مضبوطی سے کارک لگا دیا۔

پندرہ منٹ بعد صوفہ پر لاش کا ایک ایک عضو بکھر گیا...... ہڈیوں سے گوشت الگ ہو گیا ——

ڈاکٹر ایک طویل سانس لے کر اٹھ گیا۔

اب کمرے میں ہلکی ہلکی بدبو پیدا ہونے لگی تھی۔ اس لئے وہ دونوں برابر والے کمرے میں چلے گئے۔

جولیا نے کافی کے برتن لا کر رکھ دیئے۔

کافی کی چسکیوں کے دوران لاش کے بارے میں بات چیت ہوتی رہی۔

ڈاکٹر ٹامس کا خیال تھا کہ وہ شخص بھٹی پر مسلسل کام کرنے کی وجہ سے اس حالت کو پہنچا تھا ——

عمران نے جب ڈاکٹر ٹامس کی توجہ اس طرف دلائی کہ وہ کم از کم بیس سیڑھیاں چڑھنے کے بعد کمرے میں آیا تھا۔ تو ڈاکٹر سوائے منہ پھاڑنے کے کچھ اور نہ کہہ سکے ——

میرا خیال ہے یہ شخص انتہائی مضبوط قوت ارادی والا آدمی تھا اور فلیٹ تک آنے میں بھی یہی وجہ رہی ہو گی۔

آپ کا مطلب ہے اگر کسی شخص میں قوت ارادی کی مضبوطی ہو تو اس کا خون سفید ہو جاتا ہے ؟

میں نے کب کہا —— ؟

ڈاکٹر ٹامس نے حیرت سے عمران کی طرف دیکھ کر کہا۔ جو اس وقت بڑے اطمینان سے چیونگم کا پیکٹ پھاڑ رہا تھا۔

جولیا بھی عمران کو گھورنے لگی۔

●

دارالحکومت سے پچانوے میل دور طلحہ آباد برانچ لائن پر واقع ایک چھوٹا سا قصبہ تھا ——

ایک برانچ لائن طلحہ آباد کے قریب سے گزر کر پڑوسی ملک کو جاتی تھی لیکن کچھ عرصے سے دونوں ملکوں کے باہمی تعلقات میں فرق آ جانے سے گاڑیوں کی آمد و رفت کا سلسلہ ختم ہو گیا تھا۔

گاڑیوں کی آمد و رفت بند ہو جانے کی وجہ سے طلحہ آباد بھی دارالحکومت سے کٹ کر رہ گیا ——

یہ علاقہ چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں سے گھرا ہوا ہونے کی وجہ سے کم آباد تھا۔

اگرچہ ریل کی آمد و رفت کا سلسلہ منقطع ہو گیا تھا تاہم طلحہ آباد کے چھوٹے سے اسٹیشن پر ایک گودام ابھی تک موجود تھا جس کا انچارج مقامی باشندہ ہونے کی وجہ سے اب بھی ملازمت پر برقرار تھا۔

گاؤں چونکہ اسٹیشن سے کافی فاصلے پر تھا۔ اس لئے گودام انچارج نے وہیں اسٹیشن کی عمارت میں ڈیرے ڈال رکھے تھے۔

رات کے دس بجے کے قریب گاؤں کے کچھ لوگ جو پہاڑوں کے اس پار اپنے کھیتوں سے واپس آ رہے تھے۔ گودام انچارج کے پاس رک گئے۔

رات انتہائی سرد اور طوفانی تھی۔

گرج چمک سے خوفزدہ ہونے کی وجہ سے ان لوگوں نے انچارج کے ساتھ قیام کرنے کو ہی ترجیح دیا

انچارج بھی چونکہ تنہائی کی وجہ سے بیزار رہتا تھا۔ اس لئے اس نے ان کے قیام پر دلی مسرت کا اظہار کیا اور مقدور بھر ان کی خاطر تواضع بھی کر دی

کھانے پینے سے فارغ ہو کر وہ ٹکٹ گھر میں چارپائیاں ڈال کر بیٹھ گئے حقہ تازہ کر کے تمباکو بدلا گیا اور پھر وہ سب گپ شپ کے دوران حقہ گڑگڑانے لگے .... باتوں کا سلسلہ چل نکلا۔

ڈھور ڈنگروں سے بھوت پریتوں تک کی باتیں ہو چکیں۔ لیکن نہ تو رات ہی تمام ہوئی اور نہ ہی باد و باراں کا طوفان کم ہوا۔

رات دو بجے کے قریب حقہ کی گڑگڑ میں کمی آ گئی۔ اور باتوں کا دور بھی ٹوٹ گیا ——

چند ایک اونگھ بھی گئے۔

اچانک ......!

ارے یہ کیا —— کیا تم نے یہ آواز سنی۔

کیسی آواز؟

سب چونک اٹھے۔

ریل گاڑی کے وسل کی آواز۔

سب نے کورس کی صورت میں قہقہے لگائے۔

دماغ خراب ہو گیا ہے کیا؟ آگے لائن کٹی ہوئی ہے۔ پھر ریل گاڑی کا اس طرف کیا کام —— انچارج نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے وہ بھی چونک اٹھا۔

ہوا کی سائیں سائیں کے درمیان اس نے وسل کی بڑی واضح آواز سنی تھی۔ وہ حیرت سے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھنے لگا۔

آواز تو واقعی سنائی دے رہی ہے۔

وہ بڑبڑایا ——

میں خاموشی سے اس کی طرف دیکھنے لگا

دفعتاً وہ اٹھا اور تیزی سے گودام کی طرف بھاگا۔ اس نے جلدی سے ایک لالٹین نکال کر روشن کی اور اسٹیشن کے واحد پلیٹ فارم پر کھڑا ہوگیا اس کے ساتھی بھی ٹکٹ گھر سے نکل کر اس کے قریب آ کھڑے ہوئے۔

ہوا کا زور اب تقریباً ختم ہوگیا تھا ——

ریل گاڑی کے پہیوں کی گڑگڑاہٹ سنائی دے رہی تھی۔

دو آدمی پلیٹ فارم سے اتر کر ریلوے لائن کے درمیان کھڑے ہوگئے اور غور سے اس طرف دیکھنے لگے جس طرف سے ریل گاڑی کے آنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں ——

انہیں وہاں کھڑے کھڑے پندرہ منٹ ہوگئے لیکن گاڑی ابھی تک پلیٹ فارم تک نہیں پہنچی تھی۔ اچانک پلیٹ فارم پر کھڑے ہوئے سب آدمی چونک پڑے ——

انچارج کے ہاتھ سے لالٹین گر گئی ——

اس کے ساتھیوں میں سے ایک چکرا کر پلیٹ فارم پر گرا اور بیہوش ہوگیا۔ باقی آدمیوں کے حلق سے بے ساختہ چیخیں نکل گئیں۔

ریلوے لائن پر کھڑے ہوئے دونوں آدمی بھیانک آواز چیخے اور پھر پلیٹ فارم پر کھڑے ہوئے دونوں آدمی بھیانک آوازیں چیخے اور پھر پلیٹ فارم پر کھڑے ہوئے آدمیوں کو یوں محسوس ہوا جیسے ان کے

سامنے ریل گاڑی ہو......

لیکن وہ ریل گاڑی کہاں تھی......؟

انہیں صرف ٹرین کے گزرنے کی آواز سنائی دے رہی تھی پہیوں کی گڑگڑاہٹ اور انجن کی شوں شوں..... مسافروں کی چیخ و پکار بالکل صاف سنائی دے رہی تھی۔ لیکن گاڑی کا دور دور نام ونشان نہ تھا سامنے ریلوے لائن پر دھوئیں کی ایک دبیز لہر گزر رہی تھی۔

لالٹین نیچے گرنے کی وجہ سے اس کا شیشہ چکنا چور ہوگیا تھا۔ اس کا تیل آس پاس پھیل گیا اور ساری لالٹین آگ کی لپیٹ

ایک شعلہ سا بھڑک اٹھا ——

اگرچہ اس شعلے کی روشنی سے قرب وجوار کا کافی حصہ روشن ہوگیا تھا۔ تاہم انہیں ریل گاڑی کا ہلکا سا نشان بھی دکھائی نہ دیا۔

انچارج کا منہ حیرت سے کھلا ہوا تھا ——

باقی دیہاتیوں میں سے مزید ایک آدمی بے ہوش ہوگیا۔ دوسرے توہم پرست دیہاتی کسی بھوت پریت کا کرشمہ خیال کر کے آیات کے ورد میں مصروف تھے ——

دس منٹ تک ریل گاڑی کے پہیوں کی گڑگڑاہٹ.... مسافروں کی چیخ و پکار اور انجن کی شوں شوں بدستور سنائی دیتی رہی۔

پھر یکدم سناٹا چھا گیا ____

دھوئیں کی لہر ختم ہو گئی۔

پہیوں کی گڑگڑاہٹ سنائی نہیں دے رہی تھی۔

انجن کی شوں شوں بھی ختم ہو گئی ___

نادیدہ مسافروں کی چیخ و پکار کا بھی خاتمہ ہو گیا۔

البتہ ریلوے لائن پر دو کچلی ہوئی لاشیں موجود تھیں۔ ان کو دیکھ کر یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے دونوں کے جسموں پر سے ریل گاڑی گزر گئی۔

ہو...... خون میں لت پت دو لاشیں۔

اگرچہ برفانی ہوائیں چل رہی تھیں تاہم انچارج کا پورا جسم پسینے میں شرابور تھا......

اس نے نگاہ بھر کر دونوں لاشوں کو دیکھا اور پھر باقی ساتھیوں کی طرف متوجہ ہو گیا۔ لیکن یہ کیا......؟

ایک خوفناک گڑگڑاہٹ سے رات کا سناٹا مجروح ہو گیا۔

انچارج کی نگاہ اسٹیشن سے کچھ فاصلے پر موجود پہاڑ کی طرف اٹھ گئی

اور پھر اس کے حلق سے ایک تیز چیخ نکل گئی۔

اس کے ساتھیوں نے حواس باختہ ہو کر ادھر دیکھا اور پھر وہ اسٹیشن کی مخالف سمت بھاگ اٹھے۔

پہاڑ سے چٹانیں لڑھکنے لگی تھیں ____

پھر زلزلے کا ایک شدید جھٹکا محسوس ہوا

بجلی بڑے زور سے چمکی۔

بادل گرجے......!

ریلوے اسٹیشن کی عمارت زمین بوس ہو گئی۔

پلیٹ فارم کے پتھریلے فرش پر شگاف پڑ گئے۔

جس کا جدھر منہ اٹھا اندھیرے میں بھیانک چیخیں مارتا ہوا بھاگ نکلا۔ انچارج چند لمحوں تک ریزہ ریزہ ہوتے ہوئے پہاڑ کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر اس کے حلق سے بتدریج بلند ہوتا ہوا قہقہہ سنائی دیا۔

اور پھر......

جیسے اسے قہقہوں کا دورہ پڑ گیا۔

وہ بھیانک قہقہے لگاتا ہوا اس راستے پر بھاگ اٹھا جو طلحہ آباد کی بستی کی طرف جاتا تھا۔

اندھیرے میں اس کا جسم کبھی کبھی بجلی کی چمک کے وقت دکھائی دیتا اور ساتھ ہی اس کے قہقہے بھی اور پھر...... گہرا اندھیرا...... چٹانوں کے گرنے کی گڑگڑاہٹ یا زلزلے کی وجہ سے کسی چیز کے گرنے یا زمین میں شگاف پڑنے کی تڑتڑاہٹ سی سنائی دینے لگتی۔

عمران نے اخبار میں طلعت آباد کی خبر پڑھی اور ایک طویل سانس
لے کر سلیمان کو آوازیں دینے لگا ———

پانچویں آواز پر سلیمان کے کانوں پر جوں رینگی اور وہ بڑبڑاتا
ہوا اندر داخل ہوا۔

دیکھئے صاحب ———

دکھائیے ......!

عمران نے جھٹ سے آگے ہاتھ بڑھا دیا۔

آپ مجھے ایک سے زائد آوازیں نہ دیا کریں۔

کیوں ———؟

پڑوس میں ایک باورچن ملازم ہوئی ہے وہ مجھے بہرہ سمجھنے
لگی ہے ......!

کک ..... کیا؟

عمران نے حیرت سے دیدے پھاڑے۔

آج صبح وہ یہاں آئی تھی تو وہ خوب چلّا چلّا کر باتیں کرنے لگی
میں نے چلّانے کی وجہ دریافت کی تو حیرت سے بولی — کیا تم بہرے
نہیں ہو ......؟

ہوں — عمران نے اسے گھور کر دیکھا — وہ یہاں کیا کرنے
آئی تھی ———؟

وہ کہیں ماچس رکھ کر بھول گئی تھی۔

پھر ......؟

میں نے اسے پورا پیکٹ دے دیا۔

پپ — پورا پیکٹ .....!

جی ہاں! ہم کوئی معمولی آدمی نہیں صاحب — خوب دھاک
بٹھا رکھی ہے۔ میں نے پورے محلے میں ——— سلیمان نے بڑے
فخرے بتایا ———

مر گئے..... عمران نے طویل سانس لے کر کہا۔ اور اگر کل کلاں

وہ ایک چھٹانک گھی لینے آ گئی تو ——— ؟

پورا کنستر دے کر آپ کی امارت کا رعب جما دوں گا۔

کیا ——— ؟

عمران نے حیرت سے منہ پھاڑا

ابے کیا دیوالیہ کرے گا مجھے ———

ہائیں ——— دیوالی کب ہے صاحب ——— خوب دھوم دھام سے منائیں گے ———

آخر یہ تم حاتم کی قبر پر لات مارنے پر کیوں تلے بیٹھے ہو؟

صاحب ——— ہی ہی ہی ———!

سلیمان نے شرما کر جھاڑن کا کونہ انگلی پر لپیٹ کر منہ میں ڈال لیا ...... یعنی یعنی ...... عمران بوکھلا گیا۔

ایسی باورچن چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملے گی۔ اللہ قسم

لیکن تمہیں اس سے کیا دلچسپی ہے؟

بس دیکھتے رہیئے ——— ہمارا سنگم آپ کو رنگا رنگ کھانوں سے خوش کر دے گا ———

ہوں ———

عمران نے ایک طویل سانس لی وہ سمجھ گیا کہ سلیمان اس نئی نویلی

باورچن پر ریشہ خطمی ہو رہا ہے ——— چند لمحے سوچ بچار کے بعد اس نے آنکھیں نکالیں اور غرّا کر بولا ——— آج سے اس کا داخلہ یہاں بند سمجھئے۔

جی کیا فرمایا آپ نے ———

سلیمان نے بھی جواباً آنکھیں نکالیں۔

وہ آئندہ اس فلیٹ میں نہ آئے۔ ورنہ تمہاری دونوں ٹانگیں توڑ دونگا ——— میں اپنے فلیٹ میں کسی مؤنث کا وجود برداشت نہیں کر سکتا۔

تھوڑی بہت گنجائش نکال لیں صاحب ——— میں وعدہ کرتا ہوں آپ کو وقت پر کھانا ملے گا اور نہایت ہی لذیذ اور شاندار . . . .

جی ہاں ——— جب سے تو ملازم ہوا ہے میرے جسم میں خون کی بجائے مونگ کی دال کا شوربہ ہی گھوم رہا ہے۔

اگر آپ نے اسے یہاں آنے سے روکا تو . . . . سلیمان نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا۔ ہم باہر ملتے رہا کریں گے۔ میں نے تو آپ کے فائدے کے لئے کہا تھا کہ وہ فلیٹ میں آتی جاتی رہے۔

یعنی اس کی یہاں آمد و رفت میرے لئے فائدہ مند ہے۔؟

عمران نے حیرت سے کہا ———

ظاہر ہے آج کل ہوٹلوں میں بیٹھنے اٹھنے سے بہت خرچ ہوتا ہے

ہائیں ——— ابے سلیمان کے بچے ——— عمران نے دانت کچکچائے۔

صرف سال بھر کی مدت چاہیئے۔ پھر آپ کی یہ خواہش بھی پوری ہو جائے گی۔ سلیمان نے اکڑ کر جواب دیا۔ اور تیزی سے باورچی خانے کی طرف بڑھ گیا ——

عمران بھی فون کی طرف متوجہ ہو گیا جس کی گھنٹی نے عین اسی وقت گنگنانا شروع کر دیا تھا۔

علی عمران گرداسپور پلٹ ——

اس نے ماؤتھ پیس میں چبا چبا کر تعارف پیش کیا۔

عمران صاحب —— عمران صاحب ..... دوسری طرف سے آفندی کی گھبرائی ہوئی آواز سنائی دی —— فوراً آئیے ..... میں ایک مصیبت میں پھنس گیا ہوں ——

انا للہ وانا الیہ راجعون۔ جنازہ کب ہو گا ——؟

پلیز عمران صاحب۔ میں اس وقت بہت پریشان ہوں۔

ظاہر ہے کسی خوبصورت عورت کا چکر خوبصورت سی پریشانی کے علاوہ کیا ہو سکتا ہے۔ ویسے آج قرعہ کن محترمہ کے نام پڑا تھا۔

بہر طور آپ جلدی سے آ جائیں۔

یار گولکنڈی —— سوری آفندی —— آخر اس جہنم کا پتہ بھی تو بتاؤ ——؟

کون سے جہنم کا ——؟

جہاں سے آپ اس وقت اپنے خیالات کا اظہار فرما رہے ہیں۔

جواباً آفندی نے ایک مکان کا نمبر بتایا اور کہا —— اس عمارت کا پچھلا فلیٹ ہے۔ براہ کرم جلدی آئیں۔

دوسری طرف سے اچانک —— کھڑ کھڑ کی آواز سنائی دی اور پھر سلسلہ منقطع ہو گیا۔ عمران نے دیدے نچا کر رسیور کی طرف دیکھا اور پھر برا سا منہ بنا کر اسے کریڈل پر پٹخ دیا۔

آفندی سرحد کی ایک آزاد ریاست کا شہزادہ تھا اور چند دنوں سے دارالحکومت آیا ہوا تھا۔ انتہائی زندہ دل آدمی تھا۔ پاؤں میں چکر ہونے کی وجہ سے اس کی طبیعت کسی ایک جگہ لگتی نہ تھی ——

کبھی یہاں —— کبھی وہاں ——

لیکن ایک معاملے میں اس کی طبیعت کبھی اچاٹ نہیں ہوئی تھی اور وہ معاملہ تھا —— معاملہ عشق —— جس میں وہ عاشق زار پہلو بدلتا رہے کے مصداق اپنا ایک ذاتی نظریہ رکھتا تھا۔

عمران نے تیزی سے کپڑے بدلے اور نیچے آ گیا۔

فٹ پاتھ پر کھڑے ہو کر اس نے لمحہ بھر کے لئے کچھ سوچا۔

اور پھر گیراج کی طرف بنانے کی بجائے سامنے گزرتی ہوئی ایک خالی ٹیکسی کو ہاتھ سے رکنے کا اشارہ کیا۔ پچھلی نشست میں آرام سے دھنس کر اس کے چیونگم کا پیکٹ پھاڑا۔

دو ایک پیس منہ میں ڈال کر ٹیکسی ڈرائیور کو ٹیبری کے علاقے کی طرف چلنے کا حکم دیا اور چیونگم کچلنے لگا

ٹیبری کا علاقہ پرائیویٹ طوائفوں کا علاقہ تھا۔

منشیات فروشوں کے خفیہ اڈوں کی بہتات تھی ____ غنڈوں اور دیگر سماج دشمن عناصر کی وجہ سے شریف آدمی کم ہی ادھر کا رخ کرتے تھے ____

شہزادہ آفندی کو اگر عورتوں سے رغبت نہ ہوتی تو وہ لاکھ روپے فی منٹ پر بھی اس علاقے کا رخ نہ کرتا۔

عمران دل ہی دل میں سوچ رہا تھا۔ کہ اس کے ساتھ نہ جانے کیا حادثہ پیش آیا ہے۔ چھوٹے موٹے معاملات تو وہ اپنی لچھے دار باتوں سے ہی طے کر لیا کرتا تھا۔ پھر ظاہر ہے کوئی خاص معاملہ ہی ہوگا ____

لیکن وہ خاص معاملہ کیا ہو سکتا ہے؟

عمران سوچتا رہا اور اُلجھتا رہا۔

ٹیکسی تیز رفتاری سے تارکول کی ٹھنڈی سڑک پر پھسل رہی تھی۔

چند منٹ بعد ٹیکسی ایک جھٹکے سے رک گئی۔

عمران نے چونک کر کھڑکی سے باہر دیکھا۔

ٹیبری چوک اس وقت ویران تھا۔ ہوٹل کھل چکے تھے... لیکن بہت کم لوگ ادھر ادھر آجا رہے تھے....... اندھیرے کے بیوپاریوں کے آرام کا وقت تھا۔ شاید اس لئے ٹیبری کے چوک کی رونق اجڑی اجڑی سی دکھائی دے رہی تھی۔

سرِ شام ہی یہ چوک اسقدر آباد ہو جاتا کہ کھوے سے کھوا چھلنے لگتا ____

عمران نے ٹیکسی کا کرایہ ادا کیا ____

نیچے اتر کر اس نے گہری نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا۔

چند لمحوں بعد وہ ایک طرف روانہ ہو گیا۔

راستے میں دو ایک آدمیوں کو ٹھہرا کر مطلوبہ محلے کا پتہ پوچھا۔

اور اس محلے میں جا پہنچا جس کا پتہ آفندی نے فون پر بتایا تھا۔

لین تھرٹین ایک تنگ سا کوچہ تھا

یہ دو بازاروں کے درمیان واقع تھا۔

تنگی کا یہ عالم تھا کہ چوڑائی چند گزوں سے زیادہ نہ تھی۔ مگر

دو طرفہ اونچے اونچے مکانات تھے۔

ہر مکان کے باہر چونکہ نمبر لکھے ہوئے تھے۔ اس لئے اسے مطلوبہ مکان تلاش کرنے میں دقت نہ ہوئی........ چند لمحوں بعد وہ ایک سہ منزلہ عمارت کے سامنے کھڑا تھا۔ جس کے نچلے مکان کا دروازہ بند تھا ——

عمران نے دائیں بائیں دیکھا گلی ویران تھی...... ہر طرف خاموشی کا راج تھا...... گلی میں کھڑے ہو کر یہ محسوس نہیں ہوتا تھا کہ وہ کسی آباد محلے میں کھڑا ہے..... اس نے دروازے کا جائزہ لیا۔

دروازے پر دستک دینے کے بعد وہ انتظار کرنے لگا۔

کافی دیر تک کوئی جواب نہ ملا تو اس نے دوبارہ دستک دی اس مرتبہ اس نے ذرا زور دار ہاتھ استعمال کئے تھے۔ جواب ندارد۔

دستک دینے سے دروازے میں ہلکی سی جھری پیدا ہو گئی۔

عمران نے محسوس کیا کہ دروازہ اندر سے بولٹ نہیں ہے۔ اس نے باہر کی کنڈی کو دیکھا تو ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔

دونوں کواڑوں کو بھیڑ کر ایک تار کی مدد سے بند کیا گیا تھا

عمران کے ذہن میں خطرے کی گھنٹی بجنے لگی۔

اس نے ایک بار پھر دائیں بائیں دیکھا۔ لیکن کوئی متنفس

دکھائی نہ دیا۔ گلی اب بھی ویران تھی۔

دروازہ باہر سے بند ہونے کی وجہ سے عمران کا ذہن الجھ گیا وہ حیران تھا کہ ہاشندی اسے فون کر کے کہاں غائب ہو گیا۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ مزید نہ سوچ سکا نتائج سے بے پرواہ ہو کر اس نے کنڈی میں پھنسا ہوا تار کھینچا اور اس کے بل کھول دیئے۔

کواڑوں کو اندر کی طرف دھکیل کر اس نے ایک نظر دائیں بائیں ڈالی اور اندر گھس گیا۔ اندر گھس کر اس نے دروازہ بولٹ کر لیا۔

اب وہ ایک ایسے کمرے میں تھا جسے شاید بیٹھک کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔ اس نے گہری نگاہ سے گرد و پیش کا جائزہ لیا اور آگے بڑھ گیا چھوٹے سے صحن کے بعد ایک اور کمرہ تھا۔ جس کا دروازہ بھی بند تھا

عمران اس دروازے کو کھول کر اندر داخل ہو گیا۔

کمرے کی ہوا ایک گھٹیا سی خوشبو اور گیس کی حدت سے بوجھل ہو رہی تھی —— پھر یہ کمرہ کچھ تاریک سا تھا۔

دروازہ کھلنے سے کمرے میں کچھ روشنی ہو گئی۔

وہ اندر داخل ہوا ——

کمرے کے عین درمیان میں ایک گول میز تھی۔ جس پر ایک بارٹینی کی بوتل اور گلاس رکھا ہوا تھا......

گلاس میں تھوڑی سی شراب تھی۔

ایک کونے میں ڈریسنگ ٹیبل تھا۔ جس پر دنیا جہان کی شیشیاں رکھی ہوئی تھیں۔ آدھی درجن تو پوڈر کے ڈبے بھی ہوں گے۔

دائیں ہاتھ ایک دیوار کے ساتھ ایک مسہری تھی۔ جس پر زنانہ کپڑوں کا ڈھیر پڑا ہوا تھا۔ دیواروں پر کھونٹیوں سے کئی زنانہ کپڑے بے ترتیبی سے یوں لٹک رہے تھے۔ جیسے گوشت کی دکان پر سالم بکرے لٹک رہے ہوں ——

ایک زنانہ ہیٹ مسہری کے نیچے پچکا پڑا تھا۔ شاید کسی کے پاؤں کا داب سے اس کا حلیہ بگڑ گیا تھا۔

ایک آرام کرسی پر زنانہ موزے پیٹیاں اور دو ایک انگیاں پڑی ہوئی تھیں —— عمران نے نفرت سے ناک سکیڑی ——

اچانک اس کی نگاہ کھڑکی کے نیچے ایک سُرخ دھبے پر پڑی۔

وہ چونک کر ادھر لپکا۔

جُھک کر دیکھا سُرخ دھبہ بلاشبہ خُون کا دھبہ تھا۔

عمران کے ذہن میں آندھیاں چلنے لگیں —— اِنّا للہ و اِنّا الیہ راجعون،

وہ اچانک بڑبڑاتا ہوا خاموش ہو گیا۔ اور کمرے کے اس گوشے کی طرف گھورنے لگا۔ جہاں ایک مردہ بلا پڑا ہوا تھا۔

قریب جا کر اس نے بلّے کا جائزہ لیا۔

کسی نے بڑی بے دردی سے اس کا سر کسی وزنی چیز سے پاش پاش کر دیا تھا۔ بلّے کا چہرہ خون سے لتھڑا ہوا تھا۔

اس نے جھک کر بلّے کے منہ کا جائزہ لیا۔ جہاں ایک سرخ دھبہ تھا لیکن یہ دھبہ خون کا نہیں تھا۔

لپ اسٹک........

عمران بڑبڑایا ——

اب بلّے بلیاں بھی لپ اسٹک لگانے لگے۔ وہ مضحکہ خیز انداز میں دیدے نچا کر سوچنے لگا۔ اور پھر شاید وہ کچھ اور سوچتا۔ لیکن اس کے کان کھڑے ہو گئے...... باہر دروازے پر کوئی تگڑے ہاتھوں سے دستک دے رہا تھا۔

عمران نے کھوپڑی ٹٹولی اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

وہ دل ہی دل میں شہزادے آفندی کو کوس رہا تھا جس کا عورتوں سے رغبت کی وجہ سے وہ اس وبال میں آ پھنسا تھا۔

آخر اس مکان میں شہزادے کی غیر موجودگی میں میری موجودگی کا کیا جواز ہو سکتا ہے —— اس نے سوچا لیکن اس وقت تک وہ دروازہ کھول چکا تھا باہر ایک ادھیڑ عمر عورت کھڑی تھی۔

اس کا قد لمبا اور دبلا پتلا تھا۔

آنکھیں بڑی بڑی اور خوابیدہ تھیں۔

چہرے کی جلد ربڑ جیسی چکنی تھی۔ جس پر کہیں کہیں جھریاں پڑ گئی تھیں

اوہ ــــ بڑھیا نے عمران کی طرف دیکھتے ہی مسکرا کر کہا۔

نف...... فرمائیے...... مم...میں...... عمران ہکلایا۔

کوئی بات نہیں صاحبزادے ــــ اس حمام میں سب ننگے ہیں..... شرمانے کی ضرورت نہیں۔ ویسے میں نے تم لوگوں کو ڈسٹرب تو نہیں کیا

لوگوں کو.......

عمران نے بوکھلا کر کمرے میں ادھر ادھر دیکھا جیسے کسی بھرے پرے مجمع کی امید رہی ہو...... مم میں ــ میں یہاں اکیلا ہوں۔

روزی کہاں ہے ــــــــ

کک ــ کون روزی؟ عمران نے الٹا اسی سے سوال کر دیا۔

ارے ہٹو ــ تم لونڈوں کو میں خوب جانتی ہوں ــ رات بھر دادِ عیش دینے کے بعد صبح کی روشنی میں کسی کو پہچانتے بھی نہیں۔

بڑھیا نے اک انداز میں عمران کے پیٹ پر ہاتھ مارا اور ہنستی ہوئی اندر داخل ہو گئی ــــــــ

کیا روزی ابھی تک سو رہی ہے۔

نہیں ــــ یہاں میرے سوا اور کوئی نہیں ہے۔

کیا ــــ؟ بڑھیا نے حیرت سے عمران کا جائزہ لیا ــــ روزی گیارہ بجے سے قبل سو کر نہیں اٹھتی آج صبح سویرے ہی کہاں چلی گئی

یہ سب باتیں مجھے معلوم نہیں ــــــــ

اور میرا لاڈلا کہاں ہے۔

لل ــ لاڈلا ــ کوئی فلمی ہیرو ہے کیا؟

نہیں میرے بیٹے کا نام ہے۔

بڑھیا نے اطمینان سے انکشاف کیا۔

کسی کے بے پناہ لاڈ کا شکار ہو گیا ہے بے چارہ۔

کیا مطلب...... بڑھیا نے عمران کو گھورا ــــــــ

اندر جا کر اس کی لاش ملاحظہ کر لو۔

لاش ــ بڑھیا چیخی ــ کیا تم نے اسے مار ڈالا ہے ــ اف ظالم تم نے اس بڑھاپے کی لاٹھی چھین لی ــ ظالم آدمی۔

بڑھیا ہسٹریائی انداز میں چیخی اور عمران کی طرف بڑھی۔ وہ غصے سے دیوانی ہو رہی تھی۔ عمران نے بمشکل اس کے دونوں ہاتھوں کو پکڑے رکھا ورنہ وہ تیز اور نوکیلے ناخنوں سے اس کا چہرہ زخمی کر دیتی۔

میں نے اسے نہیں مارا۔ عمران نے غصے سے جھلائی ہوئی آواز میں

کہا ......

پھر کس نے مارا ہے ـــ یہ مرد کسی بے زبان جانور کو بھی برداشت نہیں کر سکتے ......!

یہ سب تم عورتوں کے برداشت کرنے کی باتیں ہیں۔

عورتیں تو تم جیسے گنواروں اور احمقوں کو بھی برداشت کر لیتی ہیں۔

خبردار اگر مجھے برداشت کرنے کی کوشش کی۔ عمران نے احمقانہ انداز میں دھاڑ کر تنبیہہ کی ـــــــ

اف ـــ میں کیا کروں ـــ اب میں کہاں جاؤں میری تو اچھی بھلی کمائی کا ذریعہ ختم ہو گیا ـــ اف یہ بڑھاپا۔

تم تو یوں چلا رہی ہو جیسے کماؤ پوت فوت ہو گیا ہو۔

وہ ایک کماؤ بیٹے سے بھی زیادہ تھا ـــ پورے ٹیبری میں سات عورتوں کی آنکھ کا تارا تھا۔ بڑھیا کے لہجے میں انتہائی کرب تھا۔

عمران حیران تھا کہ آخر اس بلے میں ایسی کونسی خصوصیت تھی۔

کک ...... کیا اس لئے کہ وہ لپ اسٹک لگاتا تھا۔

نہیں بلکہ تم جیسے ناکارہ نوجوانوں سے بہتر نعم البدل تھا ...... بڑھیا نے ہاتھ ہلا کر جھلاتے ہوئے انکشاف کیا۔

عمران نے منہ پر ہاتھ رکھ کر ابکائی روکی۔

بڑھیا روتی چلاتی باہر نکل گئی اور عمران سکتے کے عالم میں کھڑا رہ گیا۔ چند لمحوں بعد وہ دوبارہ کمرے میں داخل ہوا اور تیزی سے پورے مکان کی تلاشی لینے لگا۔

●

دارلحکومت کی سنٹرل جیل کے وارڈن نے آسمان کی طرف دیکھا اور کانپ کر دونوں ہاتھوں کو رگڑنے لگا۔

سردی کی شدید لہر پچھلے تین دنوں سے دارلحکومت کو سرد جہنم بنائے ہوئے تھی ـــــــ

تاروں کے ٹکرانے سے بار بار بجلی کے تسلسل منقطع ہو رہا تھا اس وقت بھی بجلی گئی ہوئی تھی ـــــــ

چاروں طرف گھپ اندھیرا تھا۔

تھوڑی دیر بعد جیل کے جنریٹر سے بجلی کی بحالی کا انتظام ہو گیا مرچ لائٹ روشن ہو گئی اور جیل کی فلک بوس فصیل پر روشنی

کا دائرہ رقص کرنے لگا۔

دیوار کے اوپر بنے ہوئے کیبنوں سے مسلح سپاہی دیوار کے بالائی راستے پر چل نکلے اور ٹوکن کی گردش ایک مرتبہ پھر بحال ہوگئی۔

یخ ہوائیں دیوار زندان سے ٹکرا کر سسک رہی تھیں۔

آسمان پر بجلی کی چمک مسلسل ہو رہی تھی۔

ہلکی ہلکی بوندا باندی کی وجہ سے پوری جیل دھند میں ملفوف ہو رہی تھی ——

جیل کے بیچوں بیچ بنے ہوئے ٹاور کے کیبن میں موجود مسلح سپاہی نے گھڑی پر وقت دیکھا۔

رات کے تین بج رہے تھے ——

اس نے لکڑی کا ہتھوڑا اٹھایا اور جیل کے خاموش پیتل کی گول توے جیسی گھنٹی نے تین بجنے کا اعلان کر دیا۔

ابھی سپاہی نے ہتھوڑا اسٹینڈ پر رکھا ہی تھا۔ کہ جیل کے اوپر فضا میں ہلکی سی گڑگڑاہٹ سنائی دی۔ اس نے غور سے دیکھنے کی کوشش کی لیکن کچھ دکھائی نہ دیا ——

کچھ دیر بعد گڑگڑاہٹ واضح ہوگئی۔

یوں محسوس ہو رہا تھا۔ جیسے فضا میں کوئی ہیلی کاپٹر پرواز کر رہا ہے

دھندلی فضا میں ہیلی کاپٹر کی گڑگڑاہٹ کے سوا کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ کاپٹر کی آواز سے پتہ چلتا تھا کہ وہ صرف جیل کے اوپر ہی گھوم رہا ہے

بجلی کا ایک تیز جھماکا ہوا اور سپاہی نے دیکھا ٹاور کے عین اوپر ایک کاپٹر ہوا میں معلق ہو گیا۔

بادل بڑے زور سے گرجے ——

اور بارش زور پکڑ گئی۔

تڑاخ ...... ——

اچانک ایک زوردار آواز پیدا ہوئی اور جیل کی فصیل پر چکراتا ہوا روشنی کا دائرہ بجھ گیا۔

شاید کسی نے سرچ لائیٹ کو گولی کا نشانہ بنا دیا تھا۔

اس کے ساتھ ہی پوری جیل روشنی میں نہا گئی۔

مسلح سپاہیوں نے دیکھا کہ ہیلی کاپٹر سے کوئی چیز نیچے پھینکی گئی تھی...

جو ذرا نیچے آکر پھٹ گئی۔

روشنی کا ایک زبردست جھماکہ ہوا

دھند کے اوپر دھند کا گہرا بادل سا دکھائی دیا جو لحظہ بہ لحظہ اپنا حجم بڑھا رہا تھا ——

چند لمحوں میں اس بادل نے جیل کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

پہرے کے سپاہیوں نے حیرت سے اس عمل کو دیکھا اور پھر ان میں سے ہر ایک بری طرح کھانسنے لگا۔

گھُپ اندھیرا.......

اتنا اندھیرا کہ آسمان پر چمکنے والی بجلی کی روشنی بھی جیل کے محافظ سپاہیوں کو دکھائی نہیں دیتی تھی۔

اور اس اندھیرے میں سینکڑوں آدمیوں کے کھانسنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے یکدم ہر ایک کے حلق میں پھانس پڑ گئی ہو۔

شاید وہ کوئی زہریلی گیس کا بم تھا جسے فضا میں اچھال کر مصنوعی دھوئیں کا بادل بنایا گیا تھا۔

کاپٹر اب قدرے اور اونچا ہو گیا۔

اچانک جیل کے ٹاور کا مسلح سپاہی بری طرح کھانستا ہوا قے کرنے اور چند لمحوں بعد وہ لہرا کر گرا اور بے ہوش ہو گیا۔

یہی حشر دوسرے محافظوں کا ہوا۔

شاید پوری جیل کے قیدی بھی بے ہوش ہو گئے تھے۔

اب کسی کے کھانسنے یا قے کرنے کی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی

اچانک رات کے سناٹے میں کئی گاڑیوں کے اسٹارٹ ہونے کی آواز

سنائی دی اور جیل کے مشرقی حصے کے باہر ہیڈ لائٹس روشن ہو گئیں یہ تعداد میں سات گاڑیاں تھیں۔

گاڑیاں اسٹارٹ ہو کر تیزی سے جیل کے صدر دروازے کی طرف بڑھیں اور چند لمحوں بعد آہنی پھاٹک کے بڑے بڑے پٹ کھل گئے ______

اندر سے ایک مسلح سپاہی باہر نکلا۔

وہ تیزی سے سب سے آگے کھڑی ہوئی گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے آدمی کی طرف بڑھا۔

کیا رہا ______؟

سب ٹھیک ہے! مسلح سپاہی نے سر ہلا دیا۔

اس نے گیس ماسک پہن رکھا تھا .... ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے آدمی نے اپنے منہ پر بندھا ہوا گیلا کپڑا الگ کر دیا، اور برابر کی سیٹ پر رکھا ہوا گیس ماسک منہ پر چڑھا لیا۔

گاڑی گیئر میں ڈال کر وہ [illegible] اندر لے گیا۔

عقبی گاڑیوں کے ڈرائیور [illegible] نے بھی گیس ماسک چڑھا لئے تھے اور یکے بعد دیگرے وہ گاڑیاں لئے جیل [illegible] داخل ہو گئے

تمام گاڑیاں قیدیوں کی عمارتوں کے قریب جا کر رک گئیں۔

ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے آدمی نیچے اترے۔

پھر ہر بیرک کا آہنی دروازہ چیخ اٹھا۔

تھوڑی دیر بعد ٹارچ کی روشنیاں قیدیوں کا جائزہ لے رہی تھیں ــــ بیرکوں میں ادھر ادھر سینکڑوں قیدی لاشوں کی طرح بے سدھ پڑے ہوئے تھے ــــــ

ٹارچ کی روشنیاں لمحہ بھر کے لئے کسی ہٹے کٹے اور مضبوط جوان پر ٹھہرتیں اور پھر کئی آدمی اس پر ٹوٹ پڑتے۔

کشاں کشاں اسے باہر کھڑی ہوئی گاڑی تک لایا جاتا... اور پھر اٹھا کر گاڑی کے عقبی حصے میں پھینک دیا جاتا۔

یہ سلسلہ پون گھنٹے تک جاری رہا۔

اس وقت تک فضا میں امنڈے ہوئے بادل زمین پر بیٹھ گئے یا ہوا میں تحلیل ہو چکے تھے۔

قیدیوں سے بھری ہوئی گاڑیاں جیل سے باہر آ گئیں۔

باہر ہر طرف تاریکی تھی۔

گہرا سکوت تھا ــــــــ

یا پھر آسمان پر تیرتے ہوئے بادلوں کے آوارہ ٹکڑے تھے۔

جیل کا آہنی پھاٹک پہلے کی طرح بند ہو گیا اور سڑک پر بھاری

گاڑیوں کی گھوں گھوں سنائی دینے لگی۔

ان آوازوں کو بھی بہت جلد اندھیروں نے نگل لیا۔

ایک مرتبہ پھر ماحول پرسکون ہو گیا۔

جیل کے پھاٹک میں بنا ہوا ایک قد آدم دروازہ کھلا اور اس میں سے ایک باوردی سپاہی باہر نکلا۔ اس کے چہرے پر گیس ماسک تھا...... وہ بڑے اطمینان سے باہر آیا ــــ باہر آ کر اس نے گیس ماسک چہرے سے اتار لیا۔

اب وہ بڑی [illegible] ہوا جیل کی دیوار کے ساتھ روانہ ہو گیا......

چند لمحوں بعد وہ جیل سے کچھ فاصلے پر ایک بڑے درخت کے نیچے کھڑی ہوئی کار تک پہنچ گیا...... وہاں سے اس نے اوپر فضا میں ہیلی کاپٹر کی گڑگڑاہٹ سنی۔ اس نے پھرتی سے اپنی ٹارچ نکال کر ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کو اشارے دینے شروع کر دیئے

جواباً ہیلی کاپٹر فضا میں [illegible] بلند ہوا اور پھر نہ جانے کدھر غائب ہو گیا۔ وہ آدمی بھی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ ابھی اس نے گاڑی سٹارٹ کی ہی تھی کہ تیز وسل کی آواز نے سناٹے کو مجروح کر دیا ــــ شاید کسی سپاہی کو ہوش آ گیا تھا۔

اور پھر تو جیسے سینکڑوں سیٹیاں بجنے لگیں ___ ان سب سے لاپرواہ اس شخص نے گاڑی گیئر میں ڈالی اور اطمینان سے ایک طرف روانہ ہو گیا ___

چند لمحوں بعد وہ کار بھی رات کے سیاہ اور دبیز اندھیروں میں غائب ہو کر اوجھل ہو گئی۔

●

عمران نے پورے مکان کی تلاشی لی۔ لیکن کوئی کارآمد شئے ہاتھ نہ آئی ___

مایوس ہو کر وہ بیرونی دروازے کی طرف آیا اور پھر جیسے ہی اس نے دروازہ کھولا۔ اس کی نگاہ بالکل سامنے کے ایک دروازے پر پڑی۔

عمران کو یوں محسوس ہوا جیسے اس دروازے کی دراڑ سے کوئی اس کی نگرانی کر رہا تھا۔

اس نے معنی خیز انداز میں سر کو جھٹکا اور ادھر ادھر دیکھ کر گلی میں نکل آیا۔

گلی اس وقت بھی ویران پڑی تھی۔

عمران نے دروازے کو پہلے کی طرح بند کر کے تار کنڈی میں پھنسا دیا۔ اور گلی میں ادھر ادھر دیکھتا ہوا سامنے کے دروازے کی طرف بڑھا ___

اچانک وہ تیزی سے بھاگ کر اس دروازے کے قریب پہنچ گیا ___

اگر اسے ایک لمحہ کی بھی تاخیر ہو جاتی تو دروازہ یقیناً اندر سے بند ہو گیا ہوتا۔ اس نے پھرتی سے دروازے کی دراڑ میں اپنا دایاں پاؤں پھنسا دیا اور دونوں ہاتھوں سے دروازے کو دھکیلنے لگا ___ اندر سے کوئی زبردست مدافعت کر رہا تھا۔ لیکن عمران نے دروازے کے دونوں پٹ کھول ہی دیئے۔

سامنے ایک خوبصورت لڑکی کھڑی تھی۔

عمران نے چندھیائی ہوئی آنکھوں سے اس کا جائزہ لیا اور مسکرایا ___ لڑکی نے اپنا جسم گاؤن میں لپیٹ رکھا تھا۔

بال جوڑے کی شکل میں ارغوانی رومال سے بندھے ہوئے تھے۔ چہرہ کچھ ایسا حسین نہ تھا۔ البتہ جسم کے سارے خم اور ابھار نسوانی حسن کے عین مطابق اور نمایاں تھے۔

لڑکی بھی ٹکٹکی باندھے اسے گھور رہی تھی۔

اگر تم اجازت دو تو میں اندر آجاؤں۔

لیکن میں تمہیں نہیں جانتی

میں بھی تمہیں نہیں جانتا ——— عمران یہ کہتا ہوا اندر داخل ہوگیا۔ اس نے اندر گھس کر دروازہ بند کر لیا۔

لڑکی الجھی الجھی نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

عمران نے دیکھا وہ اس وقت مکان کے صحن میں کھڑے ہوئے تھے۔ صحن میں ایک طرف بہت سا بھوسہ جمع تھا۔

سامنے ایک ٹرائی سائیکل کھڑی تھی۔

کیوں کیسا لگ رہا ہوں میں؟

کیا مطلب؟

چھپ کر دیکھنے اور اس طرح دیکھنے میں کچھ تو فرق رہا ہوگا ——— ویسے میں تمہیں ایک اطلاع دینے آیا تھا۔

کیسی اطلاع ———؟

یہی کہ اب میں بالکل بالغ ہوگیا ہوں۔

عمران نے یہ کہہ کر شرمانے کی اداکاری کی اور انگلی مروڑ کر منہ میں داب لی ——— اس کے چہرے کا رنگ حیرت انگیز

حد تک سرخ ہوگیا۔ شرمانے کی ادا اس قدر بے ساختہ اور اچھی تھی کہ خود بھونچکی رہ گئی۔

وہ اسے ایسی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی ——— جیسے اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ عمران کو آدمیوں کے کسی خانے میں فٹ کرے ———

اب تم خاموشی سے پھوٹ لو ——— ورنہ چلا چلا کر پورا محلہ اکٹھا کر لوں گی۔ لڑکی نے اچانک رنگ بدلا اور غراتی ہوئی آواز میں اسے دھمکی دی۔

کیفیوشس نے کہا ہے ———

مجھے اس فلاسفر سے کوئی دلچسپی نہیں ——— بھاگو یہاں سے ورنہ ابھی چلانا شروع کرتی ہوں ———

ٹھیک ہے تم چلاؤ میں کنستر بجاتا ہوں۔

عمران یہ کہہ کر ٹرائی سائیکل کے قریب جا کھڑا ہوا۔ اس نے ایک ہاتھ سائیکل کے عقبی ڈبے پر مارا ——— اور چونک پڑا۔

لڑکی کا چہرہ حیرت انگیز تیزی سے سفید پڑ گیا۔

وہ بار بار کبھی عمران اور کبھی سائیکل کے اس ڈبے کی طرف دیکھ رہی تھی جبکہ عمران طبلہ بجانے کی مشق فرما رہا تھا۔

میں تمہیں پولیس کے حوالے کر دوں گی۔

کیوں کیا انہوں نے تمہیں کہہ رکھا ہے؟

کیا کہہ رکھا ہے؟

یہی کہ جب میں آؤں تم مجھے ان کے حوالے کر دینا۔

میں کہتی ہوں باہر نکل جاؤ ـــــ لڑکی حلق کے بل چیخی۔

اچھا عمران یہ کہہ کر ٹرائی سائیکل کے بکس کا ڈھکنا کھولنے لگا۔

لڑکی پھرتی سے آگے بڑھی اور عمران پر پل پڑی ـــــ عمران نے ارے باپ رے کا نعرہ بلند کیا اور لڑکی کے دونوں ہاتھوں کو مضبوطی سے جکڑ لیا ورنہ شاید وہ اپنے نوکیلے ناخنوں سے سیلون کا نقشہ ہی اس کے گالوں پر بنا ڈالتی۔

عمران نے اسے کونے میں پڑے ہوئے بھوسے کے ڈھیر کی طرف دھکا دیا اور بولا ـــــ چلو تم اتنی دیر ناشتہ کرو۔

یہ کہہ کر اس نے پھرتی سے بکس کا ڈھکنا اٹھا دیا اور اس کے حلق سے ایک طویل سانس نکل گئی۔

بکس کے اندر ایک حسین جمیل لڑکی کی برہنہ لاش ٹھنسی ہوئی لاش کا چہرہ اس وقت سیاہ ہو رہا تھا۔ شاید اس کا گلا گھونٹ کر مارا گیا تھا ـــــ عمران نے لڑکی کے چہرے سے نگاہیں ہٹا کر اس

کے جسم پر نظر ڈالی۔

اور پھر اسے اپنے اندازے کی تصدیق ہو گئی۔

مردہ لڑکی کی گردن پر گول نشان دکھائی دے رہا تھا۔ غالباً اسے کسی ریشمی رومال سے ہلاک کیا گیا تھا۔

لڑکی کا بالائی ہونٹ لپ اسٹک سے سرخ ہو رہا تھا جبکہ نچلا ہونٹ بالکل صاف تھا ـــــ عمران کے ذہن میں مردہ بلا گھوم گیا ـــــ

کیا یہ لڑکی سامنے والے مکان میں رہتی تھی؟

عمران نے بھوسے پر گری ہوئی لڑکی کو غور سے دیکھ کر دریافت کیا ـــــ لڑکی نے چونک کر اٹھنے کی کوشش کی۔

ک ک ـــــ کون سی لڑکی؟

عمران نے کوئی جواب نہیں دیا بلکہ اسے مسلسل گھورتا رہا۔

لڑکی بھوسے سے اٹھی اور تیزی سے بکس کی طرف آئی اور پھر جیسے ہی اس کی نگاہ لاش پر پڑی ـــــ اس کے حلق سے ایک چیخ نکل گئی ـــــ

خوف کے مارے اس کی آنکھیں باہر نکل پڑیں اور وہ سر سے پاؤں تک تھر تھر کانپنے لگی۔

دیکھو میرے سامنے جوانی کے جراثیم مت جھاڑو ـــــ بتاؤ یہ
کون ہے ؟

تت ـــــ تم کون ہو ـــــ ؟

ہائیں ـــــ کیا میں تمہیں دکھائی نہیں دے رہا ۔ عمران نے حیرت سے آنکھیں پٹپٹائیں ـــــ اور پھر جھک کر اپنا جائزہ لینے لگا۔

کک ـــــ کیا تم اس کے ساتھی ہو ؟

ساتھی ہوں ـــــ عمران نے مزید بوکھلائی ہوئی آواز میں کہا۔

وہ ـــــ وہ اوپر ہے ـــــ اوپر

لڑکی نے کانپتے ہوئے ہاتھ کی انگلی سے اوپر اشارہ کر دیا۔ عمران نے دیکھا ایک سیڑھی صحن سے اوپر بالاخانے کی طرف جاتی تھی ۔

اوپر کون ہے ؟

عمران نے سنجیدگی سے دریافت کیا ۔

میں نہیں جانتی بس صرف اس سے محبت کرتی ہوں ؟

ارے ہائیں ـــــ تم تو مجھے بھی نہیں جانتیں ـــــ پھر کیا مجھ سے بھی ...... یعنی میرا مطلب ہے ـــــ ہپ ـــــ

اس نے سختی سے منہ بھینچ لیا اور پکس کا ڈھکنا گرا کر لڑکی کو اشارے

سے اوپر چلنے کا کہا

لڑکی کانپتی ہوئی آگے آگے سیڑھیاں چڑھنے لگی ۔ عمران محتاط قدموں سے اس کے پیچھے چلا ۔

اوپر پہنچ کر لڑکی دروازے کے سامنے رک گئی

اس نے دروازہ دھکیلا

دروازہ شاید اندر سے بند تھا اس نے دروازے پر وقفے وقفے کے بعد تین مرتبہ دستک دی ۔ عمران کے ذہن میں خطرے کی گھنٹی بجنے لگی ۔ اس نے فوراً ہی اپنے آپ کو کسی اچانک افتاد کے لئے تیار کر لیا

دروازے کی چٹخنی گر گئی ۔

لڑکی نے دروازے کے پٹ اندر کی طرف دبائے اور عمران کو پیچھے آنے کا اشارہ کر کے اندر چلی گئی ۔

عمران نے محتاط نگاہوں سے چاروں طرف جائزہ لیا اور دروازے میں قدم رکھا اور وہیں رک گیا ۔

یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جس میں گھٹیا اور گھسا پٹا فرنیچر سجا ہوا تھا۔

دیواروں پر چند فحش اور عریاں نسوانی تصویریں چسپاں تھیں ۔ عمران نے دائیں طرف دیکھا ایک ہلکی سی سیٹی اس کے منہ سے نکل گئی ۔

پرنس آفندی ایک آرام کرسی پر نیم دراز دروازے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ عمران پر نگاہ پڑتے ہی وہ مسکراتا ہوا اٹھا —— آئیے عمران صاحب میں آپ کا ہی انتظار کر رہا تھا۔

ماشاءاللہ —— بڑے سعادت مند بچے ہو —— عمران نے آگے بڑھ کر اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

ابے کیوں اس عمر میں بے عزتی خراب کر ڈالنے پر تلے ہوئے ہو۔ اچانک وہ دھاڑا اور پرنس آفندی مسکرا کر دوبارہ کرسی پر بیٹھ گیا۔ عمران نے دیکھا کہ اس کے چہرے پر ہلکی سی زردی پھیل رہی تھی گویا وہ رات بھر سو نہیں سکا —— اسے متوجہ پا کر پرنس آفندی دوبارہ مسکرانے کی کوشش کی ——

بس —— اب کسی منجن فروش کا اشتہار بننے کی ضرورت نہیں

پرنس کی مسکراہٹ دم توڑ گئی ——

میں پوچھتا ہوں یہ مردہ لڑکیوں کی سپلائی تم نے کب سے شروع کر رکھی ہے ——

عمران صاحب میں بڑی مصیبت میں پھنس گیا ہوں۔

بالکل غلط —— عمران نے ہاتھ جھٹک کر کہا —— جھوٹی مصیبت کہو —— مردہ لڑکیاں اتنی خطرناک نہیں ہوتیں —— البتہ ان محترمہ کے

کے بارے میں میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔

عمران نے اس لڑکی کی طرف اشارہ کیا جو اب اطمینان سے ایک ٹوٹی ہوئی میز پر بیٹھ گئی تھی۔ اور اپنی رانوں کی نمائش کے لئے اس نے گاؤن ہٹا رکھا تھا ——

اور تم —— ان رانوں کو ڈھانپ لو —— مجھے کھال اترے ہوئے بکرے کی رانیں بالکل پسند نہیں۔

لڑکی نے جلدی سے اپنی رانیں ڈھانپ لیں۔

اور اب تم شروع ہو جاؤ —— میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے

یہ علاقہ بڑا زرخیز ہے: عمران صاحب —— پرنس نے ایک ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے انکشاف کیا اور عمران یوں ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ جیسے کسی ہری بھری فصل کا معائنہ فرما رہا ہو۔

یہاں اتنی خوبصورت عورتیں ہیں کہ بس —— جی چاہتا ہے ہمیشہ یہیں رہوں ——

اچھا تو پھر خدا حافظ خیریت کی اطلاع دیتے رہنا۔

عمران واپسی کے لئے مڑا لیکن پرنس آفندی کی آواز نے اسے روک لیا ——

اب کیا ہے ؟ —— وہ غرا کر پلٹا۔

پلیز بیٹھ جائیے اور غور سے سنیں ـــ میں واقعی بڑی مصیبت میں مبتلا ہوں ـــ

لیکن پیارے مجھ پر اللہ کا بڑا فضل و کرم ہے اگر تم شارٹ ہینڈ میں گفتگو کر سکتے ہو تو شروع ہو جاؤ ورنہ مجھے جانے دو۔

خیر میں کوشش کروں گا۔ کہ زیادہ تمہید نہ باندھوں۔

میں کہتا ہوں سرے سے تمہید باندھو ہی نہیں ـــ عمران چلایا

اچھا ـــ اچھا آپ بیٹھئے تو سہی۔

عمران اسے پھاڑ کھانے والی نگاہوں سے گھورتا ہوا بیٹھ گیا۔

لاش تو آپ دیکھ ہی چکے ہیں ـــ اُس لڑکی کا نام روزی ہے اور اس لڑکی کا اس قتل سے کوئی تعلق نہیں ـــ پرنس نے سامنے بیٹھی ہوئی لڑکی کی طرف اشارہ کیا۔

اور اگر اب تم نے یہ کہا کہ اس لڑکی کا نام فلاں ہے اس کا مُردہ لڑکی سے کوئی تعلق نہیں تو میں تعلقات عامہ پر سارے دن کا ایک لیکچر دے ڈالوں گا ـــ ہاں عمران نے غرّا کر تنبیہہ کی۔

بہر طور ـــ روزی ایک نائٹ کلب میں ڈانسر ہے۔ بڑی ہی فیاض عورت ہے ـــ

حاتم طائی کے خاندان سے ہو گی۔ عمران غرّایا۔

اس نے رات مجھے وقت دیا تھا۔ جب میں اس کے مکان پر پہنچا تو دروازہ کھلا ہوا تھا ـــ میں جب اندرونی دروازے کے قریب پہنچا تو اس نے آواز دے کر مجھے روکا اور کہا کہ سگریٹ ختم ہو گئے ہیں ـــ میں سگریٹ لینے چلا گیا اور جب میں واپس آیا تو اندر ایک مردہ بلّے کی لاش پڑی ہوئی تھی۔

میں جلدی سے اُسے ڈھونڈتا ہوا باہر نکلا تو باہر دروازے کے سامنے ایک ٹرائی سائیکل کھڑی تھی۔

کیا وہ سائیکل پہلے وہاں موجود نہیں تھی؟ عمران نے پوچھا۔

نہیں ـــ میں نے حیرانگی سے سائیکل کو دیکھا اس سے قبل کہ میں فرار ہونے کی کوشش کرتا۔ جذبہ تجسس سے مجبور ہو کر میں نے بکس کا ڈھکنا اٹھایا ـــ اندر روزی کی برہنہ لاش ٹھنسی ہوئی تھی۔

میں جلدی سے بھاگا اور ایک ہوٹل سے آپ کو فون کرنے چلا گیا ہوں ـــ اب بتاؤ تمہارے بیان کو سو پر تقسیم کروں یا پچاس پر ـــ؟

جو جی چاہیں کریں ـــ لیکن میرا اس قتل سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ پرنس آفندی نے یقین دلانے والے لہجے میں کہا اور عمران سر ہلانے لگا ـــ

اس کے ذہن کے کسی گوشے میں کوئی سرگوشیاں کرنے لگا:
ضرور پرنس کو الجھانے کی ایک سازش ہے لیکن اس سازش میں اُسے الجھانے کا مقصد کیا ہو سکتا ہے۔ عمران نے سوچا اور پھر وہ گہری سوچ میں ڈوب گیا ــــــــــ

اچانک اس کے ذہن میں ایک نئے خیال نے جنم لیا اور وہ بری طرح چونک اٹھا ــــ اس نے لڑکی اور پرنس کو وہیں رکنے کا اشارہ کیا اور خود تیزی سے سیڑھیاں اترتا ہوا نیچے آگیا۔

ان دنوں دارلحکومت میں عجیب و غریب وارداتیں ہو رہی تھیں اور کچھ عجب نہیں تھا کہ مجرم عمران کی توجہ اپنی طرف سے ہٹانے کے لئے پرنس آفندی کو قتل کے کیس میں الجھانے کے چکر میں ہوں۔

عمران نے ایک نظر سیڑھیوں کے اوپر دروازے کی طرف دیکھا اور دوسرے ہی لمحے اس نے پھرتی سے بکس کا ڈھکنا اٹھا کر روزی کی کی برہنہ لاش باہر کھینچ لی۔ لاش کو بکس سے نکال کر اس نے کونے میں پڑے ہوئے بھوسے میں اچھی طرح چھپا دیا ــــ اور ہاتھ جھاڑتا ہوا سائیکل کی طرف بڑھا۔

بکس میں خون کا ایک آدھ دھبّا تھا... جسے اس نے اچھی طرح صاف کر دیا۔ اور پھر وہ دروازہ کھول کر باہر گلی میں جھانکنے لگا۔

اچانک اس کی نگاہ روزی کے مکان کے اوپر والے فلیٹ پر پڑی لیکن دوسرے ہی لمحے کھڑکی بند ہو گئی۔

دروازہ بند کر کے وہ تیزی سے سیڑھیاں طے کرتا ہوا اوپر آیا اور پرنس آفندی سے بولا ــــ اس لڑکی کو کہیں بھجوا دو اور خود اس ٹرائی سائیکل سے جان چھڑاؤ۔ بہتر ہو گا۔ سائیکل کو کسی ہوٹل کے سامنے کھڑی کر کے رفوچکر ہو جاؤ ــــــــــ

لیکن روزی کی لاش کا کیا ہوگا؟

ہو گیا جو ہونا تھا ــــــــــ

یعنی ــــ غائب کر دی ــــ اتنی جلدی۔

چلو ورنہ تمہیں بھی غائب کر دوں گا۔ عمران نے اُسے گھورا اور پرنس لڑکی کا بوسہ لینے کے لئے جھک گیا ــــ عمران منہ پھیر کر مسکرانے لگا ــــــــــ

ــــــــــ ــــــ

پرنس آفندی اور لڑکی کے جانے کے بعد عمران بھی گلی میں نکل
اب گلی میں اِکّا دُکّا آدمی آتا جاتا دکھائی دینے لگا تھا ــــ دن کے گیا
بج رہے تھے ــــــــ

عمران ایک مرتبہ پھر روزی کے مکان میں جا گھسا۔ اس نے ا
جگہوں کو رومال سے صاف کر دیا ــــ جہاں جہاں پرنس آفندی کی انگلیا
کے نشانات مل سکتے تھے۔

اس کام سے فارغ ہو کر وہ باہر نکلا اور دوسرے ہی لمحے وہ دو
منزل پر جانے والی سیڑھیاں طے کر رہا تھا۔

سیڑھیاں انتہائی تنگ تھیں ــــ ایک آدمی بمشکل اوپر جا سکتا
ایسے میں اگر کوئی اوپر سے اترنے کی کوشش کرتا تو اس کی عقل
معائنہ کروانے کے لئے داخل کرانے کا خیال فوراً ذہن میں آ جاتا

سیڑھیاں طے کر کے عمران ایک چھوٹی سی راہداری میں نکل آیا۔ اس راہداری کے ایک کونے میں دوسرے فلیٹ کا دروازہ تھا ــــ جس کے برابر سے سیڑھیاں تیسری منزل کے لئے اوپر جاتی تھیں۔

عمران دروازے کے سامنے جا کر رُک گیا۔

اس نے جھک کر کی ہول سے اندر کا جائزہ لینے کی کوشش کی۔

لیکن ناکام رہا ــــ کمرہ خالی تھا۔

عمران نے ہینڈل گھمایا ــــ دروازہ لاک نہیں تھا... دروازے کو ہلکے سے دھکیلا لیکن اندر سے کنڈی لگی ہوئی تھی۔

اس نے دروازے پر دستک دی۔

جواب ندارد ــــــــ

ایک مرتبہ پھر دستک دی۔

چند لمحوں بعد دروازے کی دوسری جانب کسی کے قدموں کی آہٹ ہوئی ــــ پھر کسی نسوانی آواز نے پوچھا۔

کون ہے ــــ؟

دروازہ کھولو ــــ عمران نے بے انتہا نرم لہجے میں کہا۔

دروازہ کھل گیا اور پھر ایک لڑکی دکھائی دی ــــ لڑکی نے جیسے ہی عمران کو دیکھا وہ چونک کر دو قدم پیچھے ہٹ گئی

فرمائیے ــــ!

فرماتے ہیں ــــ فرماتے ہیں ــــ عمران یہ کہہ کر اندر داخل ہو

گیا ۔۔۔ لڑکی الجھی نگاہوں سے اُسے دیکھتی ہوئی دروازے کیطرف بڑھی ۔۔۔ اس نے دروازہ بند کرکے کنڈی لگا دی ۔

کہیئے میں آپ کی کیا خدمت کر سکتی ہوں ؟

دوپہر کے کھانے کا وقت ہو رہا ہے ۔ عمران نے گھڑی پر وقت دیکھا ۔۔۔۔۔۔

میرا خیال ہے آپ کو کسی ہوٹل کا رُخ کرنا چاہیئے تھا ۔

ضرور کرتا اگر تمہارا رُخِ زیبا نہ دیکھ لیا ہوتا ۔

میں اجنبی لوگوں سے بے تکلف ہونا پسند نہیں کرتی ۔۔۔ لڑکی نے بُرا سا منہ بنا کر عمران کو گھورتے ہوئے کہا ۔

میں تمہارے لئے اجنبی نہیں ہوں ۔

یہ تم کس طرح کہہ سکتے ہو ۔

میرے پاس شناسائی کا پاسپورٹ موجود ہے ۔۔۔ عمران نے یہ کہہ کر جیب میں ہاتھ ڈال کر چند بڑے بڑے نوٹ نکالے اور لڑکی کی آنکھوں کے سامنے لہرائے ۔ لڑکی نے للچائی ہوئی نگاہوں سے نوٹوں کی طرف دیکھا ۔۔۔۔۔۔

آپ رات کو تشریف لائیے گا ۔

رات کو مجھے دکھائی نہیں دیتا ۔۔۔ عمران نے مایوسی سے سر جھٹک کر کہا ۔ اور یوں منہ لٹکا لیا ۔ جیسے گدھے کے مالک نے گھاس دکھلا کر چھپالی ہو اور گدھا مایوسی سے منہ لٹکا کر کھڑا رہ جائے

روزی مجھے ہمیشہ دن کے وقت ہی بلایا کرتی ہے ۔

ہُنہہ ۔۔۔ لڑکی نے منہ سکوڑا ۔۔۔ وہ تو بالکل کتیا ہو کر رہ گئی ہے ۔۔۔۔۔۔

تم ٹھیک کہتی ہو ۔۔۔ اب بتاؤ میں کیوں دس ہزار ہر مہینے اس کی بھینٹ چڑھاؤں ۔۔۔ اس سے تو تم ۔۔۔ اللہ قسم

عمران نے شرما کر منہ پھیر لیا ۔۔۔۔۔۔

دس ہزار ......!

لڑکی نے حیرت سے منہ پھاڑا ۔

علاوہ رہائش و خوراک اور شاپنگ ! عمران نے لقمہ دیا ۔

اوہ تبھی اتنے ٹھاٹ ہیں آجکل ۔۔۔۔۔۔

آج نہ جانے کہاں گئی ہے ؟ میں محسوس کر رہا ہوں وہ کچھ بدل گئی ہے ۔۔۔۔۔۔

ایسی عورتوں کا کیا بھروسہ ۔

جی ہاں ۔۔۔ عمران نے سعادت مندی سے سر ہلایا جیسے کسی تجربہ کار آدمی نے فاحشہ عورتوں کے بارے میں انکشاف کیا ہو ۔

رات وہ کس وقت آئی تھی ۔۔۔۔۔۔

غالباً دو بجے کے قریب ۔۔۔۔۔۔

وہ ایک کلب میں ڈانسر ہے اکثر دیر سے گھر آتی ہے ۔

کیا تم نے ڈھائی بجے اس کے آنے کی آہٹ سنی تھی ۔

معلوم نہیں ــــ میں سو رہی تھی۔

پھر دو بجے کا تم کس طرح کہہ سکتی ہو۔

میں نے اس وقت بڑھیا کے بتے کے غرّانے کی آواز سنی تھی اس سے میری آنکھ کھل گئی اور میں نے سمجھ لیا کہ روزی گھر آئی ہے اس کے بعد میں اونگھ گئی ــــــــ

اچانک عمران کی نگاہ مسہری کے نیچے پڑے ہوئے ایک سرخ رنگ کے رومال پر پڑی ــــ اس نے جھک کر اُسے اٹھا لیا۔

رومال پر کچھ دھبّے موجود تھے۔ جو کپڑے کی رنگت میں جذب ہونے کی وجہ سے واضح نہ تھے ــ عمران نے سونگھا۔ بلاشبہ وہ خون کے ہی داغ تھے ــــــــ

رومال لمبا تھا اور رسی کی طرح مروڑا ہوا تھا ــ عمران نے رومال کے بل کھولے تو چند لمبے بال بھی دکھائی دیئے۔

یہ ــــ یہ کہاں سے آگیا ــــ لڑکی گھبرا گئی۔

تم ہی بتاؤ۔

مم ــــ میں کیا بتا سکتی ہوں ــــــــ

اب اظہارِ حیرت کو رہنے دو محترمہ ــــ میں سمجھ گیا کہ تم نے ہی روزی کو اس رومال سے قتل کیا ہے۔

کک ــــ کیا روزی قتل ہو گئی ہے ــــــــ؟
لڑکی نے حیرت سے منہ اور آنکھیں بیک وقت پھاڑ کر پوچھا۔

میرا خیال ہے اب تم شرافت سے بتا دو ــــ ورنہ میں تو صرف آنکھ مار کر تم جیسی لڑکیوں کو ختم کر دیا کرتا ہوں۔

عمران کے لہجے میں نہ جانے کیا بات تھی کہ لڑکی سر سے پاؤں تک کسی نازک پتے کی طرح کانپ گئی۔

بتاؤ ــــ عمران نے آگے بڑھ کر لڑکی کے بال مٹھی میں جکڑ کر ایک شدید جھٹکا دیا ــ لڑکی کے منہ سے تکلیف کی کراہ نکل گئی۔

بتاتی ہو یا اکھاڑ دوں تمہاری دم۔

عمران نے اس کی چٹیا کو مزید طاقت صرف کر کے جھٹکا دیا۔

بب ــ بتا ــــ بتاتی ہوں ــــ بتاتی ہوں۔

عمران نے اس کے بال چھوڑ دیئے۔

یہ ــــ یہ رومال میرا ہی ہے لیکن کئی دن ہوئے گم ہو گیا تھا۔

پھر یہ یہاں کیسے دکھائی دے رہا ہے؟

میں کیا جانوں ــــــــ

میرا خیال ہے کہ میں تمہیں گنجی نہ کر کے شرافت کا ثبوت دے رہا ہوں ــــ عمران کا ہاتھ دوبارہ لڑکی کے بالوں کی طرف بڑھا۔

چٹاخ ــــ دھائیں ــــ؟

اچانک شیشہ ٹوٹنے کی آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی ایک فائر ہوا۔ عمران نے پھرتی سے خود کو فرش پر گرا لیا۔ گولی اس کے جسم سے ایک فٹ بلندی پر سے گزر کر دیوار کا پلاسٹر ادھیڑتی

ہوئی دیوار میں گھس گئی ———

عمران کی نگاہ کھڑکی پر پڑی اور دوسرے ہی لمحے اس نے چھلانگ لگا کر مسہری کی آڑ لے ڈالی ورنہ دوسری گولی اس کی کھوپڑی میں سیٹیاں بجاتا ہوئی ایک سوراخ ہی کر ڈالتی۔

عین اسی وقت دروازے کی کنڈی کھلنے کی آواز سنائی دی اور چند لمحوں بعد گہرا سکوت چھا گیا ———

عمران نے مسہری کی اوٹ سے سر اٹھا کر دیکھا۔ کھڑکی خالی پڑی تھی۔ گویا فائرنگ کرنے والا جا چکا تھا۔

وہ احتیاط سے اٹھا اور پھر تیزی سے جھکے جھکے کھڑکی کی طرف بڑھ گیا۔ کھڑکی کے پٹ کھولے اور نیچے جھانکا۔

کارنس سنسان پڑی تھی ———

عمران نے دائیں طرف جھک کر دیکھا تو اسے کارنس سے ملی ہوئی ایک سیڑھی دکھائی دی ——— حملہ آور فرار ہو چکا تھا۔

اس نے گلی میں دیکھا ——— فائرنگ کی آواز سے پورا محلہ جاگ اٹھا تھا کچھ لوگ گلی میں کھڑے اوپر دیکھ رہے تھے۔

اس نے پھرتی سے پورے کمرے کی تلاشی لے ڈالی اور پھر تیزی سے سیڑھیاں اترتا ہوا نیچے گلی میں آ گیا۔

چند لوگوں نے اس سے فائرنگ کے بارے میں دریافت کرنے کی کوشش کی لیکن وہ وہاں رکا نہیں ——— تیزی سے باہر چوک میں

آیا اور ایک ٹیکسی روک کر بیٹھ گیا۔

ٹیلیری کے علاقے سے نکل کر اس نے ایک جگہ ٹیکسی چھوڑ دی اور ٹیلی فون بوتھ کی طرف بڑھ گیا۔ اپنے فلیٹ کے نمبر ڈائل کئے اور سلسلہ ملنے کا انتظار کرنے لگا۔ بہت دیر ہو گئی لیکن کسی نے فون اٹنڈ نہیں کیا ———

عمران کو الجھن ہونے لگی۔ پرنس آفندی کو اس نے سیدھے فلیٹ جانے کی ہدایت کی تھی ——— پھر وہ کہاں غائب ہو گیا؟ اگر وہ فلیٹ نہیں پہنچا تو سلیمان کہاں گیا؟

اچانک ایک خیال کے تحت وہ بری طرح چونک پڑا۔ دوسرے ہی لمحے وہ تیزی سے سڑک پر آیا اور ایک ٹیکسی روک ——— فلیٹ کی طرف روانہ ہو گیا ———

سیڑھیاں چڑھتے ہوئے عمران کا ذہن انتہائی چاک و چوبند تھا ___ فلیٹ کے دروازے پر پہنچ کر وہ کی ہول پر جھک گیا فلیٹ میں مکمل خاموشی تھی ___

سامنے کوئی بھی دکھائی نہ دیا۔

عمران نے دروازے پر ہلکا سا دباؤ ڈالا ___ دروازہ کھلا ہوا تھا ___ اس کا ماتھا ٹھنکا اور خطرے کی گھنٹی اس کے ذہن میں کسی گوشے میں چلانے لگی ___

دروازے کو دھکیل کر وہ پھرتی سے ایک طرف ہو گیا۔ لیکن کوئی ردِ عمل نہ ہوا ___

اس نے جھانک کر اندر دیکھا اور پھر گربہ قدمی سے اندر داخل ہو گیا ___

اسی لمحے وہ اپنے عقب میں آہٹ محسوس کر کے پلٹا ___ دروازے کی چوکھٹ میں ایک گرانڈیل سرتاپا سیاہ پوش کھڑا تھا۔ اس کے ہاتھ میں سیاہ رنگ کا ریوالور صاف دکھائی دے رہا تھا جس کی نال عمران کی طرف اٹھی ہوئی تھی۔

غالباً یہ سیاہ پوش راہداری میں ہی کسی جگہ چھپا ہوا تھا۔ اس نے عمران کی ایک ایک حرکت دیکھی ہوگی۔ اور پھر جیسے ہی عمران اندر داخل ہوا وہ کمین گاہ سے نکل کر اس کے عقب میں پہنچ گیا۔

خاموشی سے ہاتھ اٹھا کر اندر چلو ___

ہاتھ اُٹھاؤں گا اور تم جیسی باپردہ خاتون پر ہاتھ نہ ٹوٹ جائیں گے میرے ___ پھر ہاتھوں میں سائیلنسر لگا کر کیسے استعمال کروں ؟

بکواس بند کرو ___

سیاہ پوش دھاڑا اور چند قدم آگے بڑھ کر اس نے دروازہ بند کر دیا۔ عمران اس پر چھلانگ لگانے کے لئے پر تول ہی رہا تھا کہ ایک طویل سانس لیکر رُک گیا۔ ظاہر ہے اس وقت اس کے لئے اچھا خاصہ موقع تھا۔ جب سیاہ پوش کنڈی لگا رہا تھا لیکن وہ ان درجن بھر دوسرے ریوالوروں کو کیوں کر نظر انداز کر سکتا تھا... جو اُن سیاہ پوشوں کے ہاتھ میں تھے جنہوں نے ڈرائنگ روم اور کچن کی چوکھٹ کو اچھی طرح سے کَور کر رکھا تھا۔

اللہ تو بڑی شان والا ہے ۔۔۔ عمران آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہنے لگا کہاں تو ایک بیوی کے لئے گڑگڑاتے تھے کہاں تو نے ایک درجن کا بندوبست کر دیا اور وہ بھی باپردہ ۔۔۔ نہ جانے صوم وصلوٰۃ کی بھی پابند ہیں یا نہیں ۔۔۔

اب تمہارے منہ سے ایک لفظ بھی نہیں نکلنا چاہیئے .... ظاہر ہے اتنی خواتین کی محفل میں تنہا ایک مرد زبان کھول ہی نہیں سکتا ۔۔۔

چلو اندر ۔۔۔ بیڈ روم میں ۔۔۔

یعنی ۔۔۔ ہنی مون منانے ۔۔۔ آہا ۔۔۔ عمران کھل اٹھا ورنہ عقبی سیاہ پوش کا ہاتھ اس کی کھوپڑی پر ہی بیٹھتا ۔

ہائے ۔۔۔ گربہ کشتن روز اوّل ۔۔۔ ابھی سے آپا دھاپی ۔

عمران کراہ کر آگے بڑھ گیا ۔۔۔

سامنے کھڑے ہوئے مسلح سیاہ پوشوں نے اسے بیڈ روم میں جانے کا راستہ دیا ۔ اور چند لمحوں بعد عمران کمرے کے عین درمیان میں کھڑا چاروں طرف سے سیاہ پوشوں میں گھر گیا ۔

روزی کی لاش کہاں ہے ۔۔۔

ایک سیاہ پوش نے آگے بڑھ کر تحکمانہ لہجے میں دریافت کیا عمران نے غور سے اسے دیکھا ۔۔۔ غالباً وہ ان سب کا سرغنہ تھا ۔ یا پھر کوئی اہم شخصیت ۔۔۔ باقی سب خاموش کھڑے رہے ۔

اس دور میں ۔۔۔ کسی بھی غریب اور مفلس آدمی سے دریافت کرو گے کہ روزی کی لاش کہاں ہے تو وہ کسی نہ کسی سرمایہ دار ہی کا نام لے گا ۔ میں تو سارا سارا دن روزی کی تلاش میں رہتا ہوں اب تو فاقوں تک نوبت آ پہنچی ہے ۔۔۔ عمران نے بڑی مایوسی سے جواب دیا ۔۔۔

میں تمہارے معاشی چکر کے بارے میں دریافت نہیں کر رہا ۔۔۔ سیاہ پوش غرایا ۔

پھر بھیا تم کس کی بات کر رہے ہو ۔۔۔؟

روزی ۔۔۔!

ہائے ۔۔۔ روزہ داروں سے پوچھتے ہو ۔۔۔ عمران نے کراہ کر پیٹ پر ہاتھ پھیرا ۔۔۔ عین اسی وقت ۔۔۔ اسی وقت سیاہ پوش کا ہاتھ چل گیا اور عمران بوکھلا کر سر کے بل کھڑا ہو گیا ۔ یوں محسوس ہوا جیسے سیاہ پوش کے ہاتھ نے اسے گھما کر الٹا کر دیا ہو پھر وہ اتنی پھرتی سے سر کے بل کھڑا ہوا تھا ۔ کہ سب بوکھلا گئے ۔۔۔

سیدھے کھڑے ہو جاؤ ۔۔۔

سیاہ پوش سردار غرایا ۔۔۔ لیکن اس کی غراہٹ سے یوں محسوس ہوا جیسے وہ ایک بے ساختہ قہقہے کو ہضم کرنے کے بعد بولا ہو ۔۔۔ اور پھر وہ آخر میں ایک دبا دیا سا قہقہہ لگائے بغیر نہ

رہ سکا ——

عمران جلدی سے سیدھا ہو گیا۔

اب وہ چندھیائی ہوئی نگاہوں سے سب کو دیکھ رہا تھا۔

بتاؤ روزی کی لاش کہاں ہے۔

میں کسی روزی سے واقف نہیں ہوں۔ عمران نے بُرا سا منہ بنایا —— تڑاخ . . . . . .

سیاہ پوش کا اچانک ہاتھ عمران کے منہ پر پڑا —— ہاتھ اس قدر زوردار تھا کہ عمران پلٹ کر عقبی سیاہ پوشوں پر گرا۔

بس پھر کیا تھا ——

وہ پھٹ پڑا ان سے ——

تین سیاہ پوش بُری طرح اس کے ساتھ گتھم گتھا ہو گئے سیاہ پوش سردار گولی مار دینے کی دھمکیاں ہی دیتا رہ گیا لیکن عمران اس سنہری موقع کو بھلا ہاتھ سے کیسے جانے دیتا۔

اس نے دونوں سیاہ پوشوں کو بُری طرح رگید ڈالا۔

دونوں بری طرح چلائے ——

ان کی چیخیں سن کر دوسرے سیاہ پوش بھی عمران پر پل پڑے لیکن عمران پر تو ایک بھوت سوار ہو گیا تھا۔ اتنی دیر میں وہ دونوں کو ناکارہ بنا چکا تھا —— اوپر سے اس کی پیٹھ پر بے تحاشہ گھونسے اور لاتیں برس رہی تھیں ——

عمران نے گھڑی پر وقت دیکھا —— وہ کم و بیش آدھ گھنٹے تک بے ہوش رہا تھا۔ اتنی دیر میں تو سیاہ پوش قطب شمالی جا پہنچے ہوں گے —— عمران نے بڑبڑا کر سر ٹٹولا اور سلیمان کے بارے میں سوچنے لگا ——

اچانک ایک خیال کے تحت چونک کر وہ باورچی خانے کی طرف بڑھا اور اندر قدم رکھتے ہی وہ ٹھٹھک گیا۔

سامنے گٹھڑی کی شکل میں سلیمان بندھا پڑا تھا۔

سیاہ پوشوں نے اسے اس بُری طرح باندھا کہ رسیاں بیچارے کے ہاتھ پاؤں میں گھسی جا رہی تھیں —— سخت بندشوں کی وجہ سے ہاتھ پاؤں چھل گئے تھے اور زخموں سے خون بہہ رہا تھا۔

منہ میں ایک سفید رومال حلق تک ٹھنسا ہوا تھا۔

ابے ہائیں اب کپڑے بھی کھانے لگا —— عمران نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر سلیمان کی طرف دیکھا ——

سلیمان نے رحم طلب نگاہوں سے عمران کی طرف دیکھا۔ عمران نے محسوس کیا کہ اگر چند لمحے اسے نہ کھولا تو ضرور رو پڑے گا۔ مارے تکلیف کے اس کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے۔ چہرہ لال بھبھوکا ہو رہا تھا ——

رومال کی وجہ سے سانس لینے میں بھی دقت ہو رہی تھی۔

عمران نے منہ میں ٹھنسا ہوا رومال باہر کھینچ لیا۔

سلیمان نے رومال منہ سے نکلتے ہی او پتلے کئی گہرے سانس
لئے اور پھر پلٹ گیا ـــــ عمران نے ہاتھوں پہ بندھی ہوئی رسیاں
کاٹ دیں اور پھر پاؤں کی رسیاں کاٹنے کے بعد اسے سہارا دیکر
بیڈروم میں لے آیا۔

ہوں ـــــ اب شروع ہو جاؤ۔

عمران نے رسیوں سے چھلے ہوئے حصوں پر پٹی باندھتے ہوئے
سلیمان سے کہا اور سلیمان سسکاریاں بھرتا ہوا واقعی شروع ہوا
اس نے اتنی تیزی سے سارا واقعہ سنایا کہ عمران اس کے جسم کو ٹٹول
کر کسی بریک کا جائزہ لینے لگا ـــــ

بیس منٹ بعد سلیمان کی زبان ازخود بند ہو گئی۔

اس نے اصل واقعہ کے ساتھ حاشیہ آرائی کے طور پہ جتنی گالیاں
دی تھیں ـــــ عمران نے کانوں کو جھاڑ کر انہیں بھولنے کی کوشش کی۔

سلیمان کے بیان کے مطابق پرنس آفندی کی آمد کے تھوڑی دیر
بعد ایک درجن نقاب پوش اندر گھس آئے ـــــ انہوں نے پہلے
تو سلیمان کے ہاتھ پاؤں باندھے اور پھر پرنس آفندی کو بے ہوش
کر دیا ـــــ

پرنس کو بے ہوش کرنے سے قبل وہ روزی کی لاش کے بارے
میں معلوم کرتے رہے۔ لیکن ظاہر ہے پرنس نے لاعلمی کا اظہار کیا ہوگا
عمران نے لاش کے بارے میں اسے بالکل ہی اندھیرے میں رکھا تھا

صاحب یہ کون لوگ تھے ـــــ؟

یہ سب سسرالی دشمن تھے پیارے

سس ـــــ سسرالی دشمن ـــــ سلیمان نے آنکھیں پھاڑ کر دہرایا

ہاں ـــــ طویل داستانِ غم ہے۔

عمران نے ایک ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے جواب دیا۔

لعنت ہے ایسی سسرال پر ـــــ لیکن صاحب آپ نے تو ابھی
تک شادی نہیں کی۔ پھر ان سے دشمنی کیوں کر ہو گئی۔

یہی تو سارا جھگڑا ہے ـــــ شادی کر لیتا تو بات ہی
ختم ہو جاتی ـــــ

وہ کیسے جناب ـــــ

ابے بھولے باورچی ـــــ بیوی ان کی سرغنہ ہے اور تم
تو جانتے ہی ہو بیویاں جب لڑنے پر آتی ہیں تو.......

عمران یہ کہہ کر یوں کانپ گیا۔ جیسے اُسے خانگی جھگڑوں کا
تلخ تجربہ ہو چکا ہو ـــــ

سلیمان حیرت سے اسے دیکھتا رہا اور عمران سوگادی کی
مرہم پٹی میں مشغول ہو گیا ـــــ

صفدر کئی دنوں سے عمران کو ملنے کے لئے بے چین تھا لیکن عمران تو یوں غائب ہو گیا جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔

آج وہ صبح سے ہی بیزار تھا۔

جی میں آیا کہ کچھ دیر عمران کی حماقتوں سے لطف اندوز ہو لیا جائے ـــــ یہ سوچ کر وہ تیزی سے کپڑے بدلنے لگا۔

کپڑے بدل کر وہ نیچے آیا اور کرائے کی گیراج سے اپنی نئی موٹر سائیکل نکال لی۔

یہ موٹر سائیکل پچھلی پورٹر والے کیس کے بعد سیکرٹ سروس کے چیف نے اسے مہیا کی تھی۔

یہ جدید ترین موٹر سائیکل دیکھنے میں جتنی سادہ دکھائی تھی ـــــ درحقیقت اتنی ہی کارآمد اور تیز رفتار تھی۔

آہم ـــــ وہ غرّا کر پلٹا۔

اور پھر ایک جھٹکے ہوئے سیاہ پوش کے حلق سے طویل چیخ نکل گئی ـــــ عمران نے پوری قوت سے ٹکر اس کے ناک پر دے ماری تھی ـــــ

سب ہٹ جاؤ الگ ـــــ!

سیاہ پوش سردار غرّایا اور سب فوراً ہی عمران سے دور ہٹ گئے ایک مرتبہ پھر عمران ان کے گھیرے میں تھا۔

سردار کینہ توز نگاہوں سے عمران کو گھورنے لگا۔

بتاؤ تم نے اس کی لاش کا کیا کیا ـــــ؟

ارے یار میں کوئی گورکن ہوں کیا ـــــ مجھے کیا معلوم لاشوں کا کیا جاتا ہے۔ عمران نے جھلائی ہوئی آواز میں کہا۔

ہوں ـــــ سیاہ پوش نے اسے کڑی نگاہوں سے گھورا میں صرف تین تک گنوں گا۔ اگر تم نے پھر بھی نہ بتایا تو یاد رکھو۔ تمہارے جسم میں کئی چھٹانک سیسہ اتر جائیگا۔

بب ـــــ بڑے بھائی ـــــ

عمران ہکلانے لگا ـــــ

وہ خوفزدہ انداز میں پیچھے ہٹنے لگا۔

ایک ....

ہائے ـــــ مم ـــــ ماموں جان ....

عمران پیٹ پر ہاتھ پھیر کر کراہا ——

بکے جاؤ —— تین کہتے ہی گولی چلا دوں گا۔

اچانک عمران دوبارہ سر کے بل کھڑا ہو گیا اور اس طرح ٹانگیں چلانے لگا جیسے سائیکل پر سوار ہو۔

بیچ بچ —— تمہاری موت ہی آ گئی ہے —— سیاہ پوش دانت پیس کر غرایا اور پھر جذبات سے عاری لہجے میں بولا ——

دو ....!

یک بیک عمران نے قلا بازی کھائی اور مسہری کے پاس جا کر گرا فوراً ہی اس کا ہاتھ تکیے کے نیچے رینگ گیا۔ اگلے ہی لمحے اس کے ہاتھ میں ریوالور چمک رہا تھا۔

چلو اب دونوں طرف سے فائرنگ شروع ہو جائے گی۔

عمران مسکرا کر بولا ——

ریوالور پھینک دو ——

سیاہ پوش کو گنتی بھول کر ریوالور کی فکر پڑ گئی۔

نہیں پیارے ایسی چیزیں پھینکی نہیں جاتیں —— ڈیڈی کہتے ہیں سنبھال کر رکھنی چاہیئے —— لو تم رکھو۔

عمران نے یہ کہہ کر ہاتھ نیچے کر کے یوں جھلایا جیسے ریوالور پھینک رہا ہو۔ سیاہ پوشوں کی نگاہ لمحہ بھر کے لئے چوک گئی۔

اسی لمحے عمران نے جست لگائی —— بالکل کسی جمناسٹ کے ما

کی طرح وہ اچھلا اور سیاہ پوشوں کے درمیان میں لمحہ بھر کے لئے اس کے پاؤں فرش سے لگے اور وہ دوبارہ اچھل پڑا۔

پلک جھپکتے ہی عمران بیڈ روم کے دروازے سے باہر تھا اس سے پیشتر کہ سیاہ پوش کچھ سمجھ پاتے —— عمران نے اطمینان سے دروازہ بند کر کے باہر سے کنڈی چڑھا دی۔

سیاہ پوش اندر سے بری طرح دروازے کو پیٹنے لگے۔

بس اب اطمینان سے بیٹھو میں روزی کما کر لاتا ہوں۔

عمران نے مسکرا کر کہا اور کی ہول سے جھانکنے لگا۔

اچانک اس کے سر پر قیامت ٹوٹ پڑی ——

بائیں (لیفٹ کرائیں) —— وہ دیدے نچا کر پلٹا —— لیکن کھوپڑی میں پڑنے والی ضرب کچھ ایسی معمولی بھی نہیں تھی۔ وہ نشے میں دھت شرابی کی طرح جھولتا ہوا نیچے گرا اور بیہوش ہو گیا۔

اس کے عقب سے چوٹ لگانے والے سیاہ پوش نے جھک کر اس کا ریوالور اٹھا لیا اور دروازے کی کنڈی کھول دی۔

چلو جلدی سے نکل چلو —— پرنس کہاں ہے؟

ڈرائنگ روم میں بے ہوش پڑا ہے

اٹھاؤ اسے —— بہت ہو چکا ہے۔ آس پاس سے کوئی بھی متوجہ ہو سکتا ہے ——

سیاہ پوش سردار نے حکم دیا۔

چند لمحوں بعد مسلح سیاہ پوشوں نے ڈرائنگ روم میں بندھے ہوئے بیہوش پرنس آفندی کو کندھے پر ڈالا اور فلیٹ سے باہر نکل گئے ——

عمران اسی جگہ بے ہوش پڑا رہا۔

آدھ گھنٹہ بعد اس کے حواس بجا ہوئے —— اس نے پہلے تو اچھی طرح منہ چلایا پھر کھوپڑی کا عقبی حصہ سہلانے لگا۔ جب ایک چھوٹا سا مزید سرا ابھر آیا تھا اور پھوڑے کی مانند دکھ رہا تھا۔

فرش سے اٹھ کر پہلے تو وہ بیڈ روم میں گیا لیکن توقع کے عین مطابق کمرہ خالی ہی تھا —— عمران نے لڑائی کے دوران جن دو سیاہ پوشوں کو بے ہوش کر دیا تھا —— وہ غائب تھے۔

ظاہر ہے ان کے ساتھی اٹھا کر لے گئے ہوں گے۔

منہ لٹکائے ہوئے وہ ڈرائنگ روم میں آیا اور یہاں آتے ہی اس کی کھوپڑی ناچ گئی —— اس کا خیال تھا کہ سیاہ پوشوں نے پرنس کو ڈرائنگ روم میں باندھ رکھا ہوگا لیکن یہاں تو پرنس کا نام و نشان تک نہ تھا ——

تو گویا آفندی کو اغوا کر لیا گیا ہے۔

عمران بڑبڑایا ——

آفندی کے اغوا سے روزی کی لاش چھپانے کا مقصد فوت ہو گیا تھا۔ لیکن اب پرنس کو کہاں ڈھونڈا جا سکتا ہے۔

چکا ہے ——

پٹرول کی پوزیشن بتانے والی سوئی سرک کر ای کے حرف کی طرف بڑھ آئی تھی ——

صفدر کو اب سچ مچ فیول کی فکر لاحق ہو گئی۔

اس سڑک پر جہاں آدم نہ آدم ذات —— کسی پٹرول پمپ کا خیال کرنا بھی حماقت ہی تھا۔

اچانک ایک موڑ پر سیاہ وین نگاہوں سے اوجھل ہو گئی۔ صفدر نے رفتار بڑھا دی۔

اور پھر ....

جیسے ہی وہ موڑ سے آگے آیا اسے سڑک پر دور دور سیاہ وین دکھائی نہیں دی —— گھبراہٹ میں وہ ہینڈل کی طرف سے لاپرواہ ہو گیا۔

اور اگر وہ جلدی سے خود اس پر قابو نہ پاتا تو سینکڑوں فٹ نیچے کسی کھڈ کے اندھیرے مقبرے میں جا گرتا۔

ایک فرلانگ آگے آ کر اسے بائیں ہاتھ ایک کچا سا راستہ دکھائی دیا —— اس نے موٹر سائیکل روک دی۔

اور پھر اسے وین کے ٹائروں کے نشان دکھائی دیئے۔

صفدر نے تیزی سے موٹر سائیکل اسی راستے پر ڈال دی۔

اس وقت تک اچھا خاصہ اندھیرا ہو چکا تھا۔

پٹھانی راستے پر موٹر سائیکل کو تیز رفتاری سے چلانا اب ناممکن سا دکھائی دیا پھر ہیڈ لائٹ روشن کرنے میں بھی قدرے ہچکچاہٹ سی ہوئی ______

کچھ آگے آ کر لائیٹ کا مسئلہ تو طے ہو گیا۔

وین کی عقبی سرخ بتیاں دُور دکھائی دے رہی تھیں۔

ان کے سہارے تعاقب جاری رکھنے میں سہولت ہو گئی۔

البتہ موٹر سائیکل وین کی رفتار کا مقابلہ کرنے سے معذور رہی۔ دو میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد کچی سڑک دائیں ہاتھ مڑ گئی ______ صفدر نے بھی موٹر سائیکل ادھر ہی موڑ لی۔

وین کی عقبی سرخ بتیاں اب قدرے کم فاصلے پر دکھائی دے رہی تھیں ______ گویا وین کی رفتار کم ہو رہی تھی۔

پھر بتیاں بالکل ہی غائب ہو گئیں۔

صفدر نے موٹر سائیکل کی رفتار بہت ہلکی کر دی۔

شاید وین رک گئی تھی ...

ٹھنڈی ہوا مزاج پوچھنے لگی تھی ______ ادھر صفدر کے جسم پر ایک ہلکے سے سوئیٹر کے سوا کچھ نہ تھا۔ جسمانی صحت اچھی ہونے کی وجہ سے وہ اس سردی کو برداشت تو کر سکتا تھا۔ لیکن ننگے ہاتھوں کا کیا کرتا ______

پہاڑوں سے ٹکراتی ہوئی ہوا سوئیوں کی طرح اس کے

ہاتھوں میں چبھ رہی تھی ______ لیکن وہ اس معاملے میں بالکل بے بس تھا ______

کچھ آگے چل کر ایک میدانی سی جگہ اس نے موٹر سائیکل روک دی ______

دائیں طرف درختوں کا ایک جھنڈ سا دکھائی دیا۔

صفدر نے موٹر سائیکل اسی طرف بڑھا دی۔

ایک جگہ موٹر سائیکل روک کر وہ نیچے اُتر آیا ___ موٹر سائیکل کو درختوں کی اوٹ میں چھوڑ کر اس نے مخفی خانے سے ریوالور نکال کر ہاتھ میں لے لیا ______

ابھی وہ چند قدم آگے بڑھا ہو گا کہ اسے کچھ آہٹ سی محسوس ہوئی۔ وہ چونک کر رک گیا اور اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا ___ لیکن کچھ سجھائی نہیں دیا۔

جلدی سے صفدر ایک درخت کی آڑ میں ہو گیا ___ لیکن دوسرے ہی لمحے وہ یوں اچھل پڑا جیسے بچھو نے پاؤں پر ڈنک مار دیا ہو ___ !

ایک نرم و نازک سا ہاتھ اسے اپنے کندھے پر محسوس ہوا ___ خاموشی سے میرے ساتھ آؤ۔

صفدر نے ایک نسوانی سرگوشی سنی۔

لیکن تم کون ہو ___ ؟

مجھے اپنا ہمدرد سمجھو ——— لڑکی نے سرگوشی میں جواب دیا۔

لیکن تم مجھے کہاں لے جانا چاہتی ہو۔

محل کے تہہ خانوں میں ———

کیوں ——— ؟

خود ہی چل کر دیکھ لینا۔

میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔

تم ان لوگوں کا تعاقب کرتے ہوئے ہو۔

ہاں ——— لیکن ———

یہ ایک خطرناک گروہ ہے مسٹر ——— مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے ———

لیکن تم یہاں کیسے پہنچ گئیں ——— ؟

میں اپنے محبوب کو رہا کرانے آئی ہوں۔

وہ کون ہے ——— ؟

پرنس آفندی ——— لڑکی نے سرگوشی کی ———

آفندی........ صفدر بڑبڑایا اور اس کا ذہن تیزی سے کام کرنے لگا۔ اس نے کئی بار پرنس آفندی کو عمران کے ساتھ دیکھا تھا۔ اسے یہ بھی معلوم تھا کہ دونوں میں دوستانہ تعلقات ہیں۔

تو کیا وہ پرنس کو اغوا کر کے لائے ہیں ——— ؟ ———

ہاں ——— لڑکی نے جواب دیا ———

اس کی سب سے بڑی خوبی یہ بھی کہ فلڈ لائٹ کے نیچے ایک سٹین گن فٹ تھی۔ جسے ایک پش بٹن کے دبانے سے استعمال کیا جا سکتا تھا ———

پھر بوقت ضرورت سائیلنسر اس کی پھٹ پھٹ کو معمولی سُوں سُوں میں تبدیل کرنے کی صلاحیت رکھتے تھے۔

موٹر سائیکل سٹارٹ کر کے صفدر روڈ پر آ گیا۔

اس نے مین روڈ سے ایک جگہ رُک کر سگریٹ خریدے اور پھر تیز رفتاری سے عمران کے فلیٹ کی طرف روانہ ہو گیا۔

پندرہ منٹ بعد وہ عمران کے فلیٹ والی سڑک پر پہنچ گیا۔

اچانک اس کی نگاہ سامنے پڑی اور دوسرے ہی لمحے غیرارادی طور پر اس نے موٹر سائیکل دائیں ہاتھ کی گلی میں موڑی۔

بریک لگا کر وہ دوبارہ گلی کی نکڑ پر پہنچا ———

موٹر سائیکل کھڑی کر کے اس نے باہر جھانکا۔

بلاشبہ وہ لوگ عمران کے فلیٹ والی سیڑھیوں سے ہی اُترے تھے۔ اگرچہ وہ سب قیمتی سوٹوں میں ملبوس تھے لیکن صفدر کی تیز نگاہوں سے وہ سیاہ بنڈل چھپے نہ رہ سکے جو ہر ایک نے بغل میں چھپا رکھا تھا ———

خطرے کی گھنٹی اس کے ذہن میں بجنے لگی۔

وہ وہیں دبکا انہیں دیکھتا رہا ——— وہ تعداد میں تیرہ تھے

ایک سیاہ رنگ کی وین فٹ پاتھ سے لگی کھڑی تھی
آخری چند آدمیوں نے ایک بے ہوش آدمی کو اٹھا رکھا تھا ـــــ صفدر نے غور سے دیکھا لیکن وہ اس آدمی کو پہچان نہ سکا ـــــ ویسے ایک بات کا اندازہ اسے ہو گیا کہ بے ہوش آدمی عمران نہیں ہے ـــــ

جذبہ تجسس سے مجبور ہو کر صفدر ان کے تعاقب کے لئے تیار ہو گیا ـــــ فٹ پاتھ پر چند آدمی گزر رہے تھے۔

جیسے ہی وہ لوگ آگے بڑھے ـــــ سیڑھیوں سے اترنے والے آدمیوں نے بے ہوش آدمی کو وین کے عقبی حصے میں ڈال لیا اور خود بھی پھرتی سے اندر گھس گئے۔

چند لمحوں بعد سیاہ وین اسٹارٹ ہوئی اور تیزی سے آگے بڑھ گئی۔ صفدر نے جلدی سے موٹر سائیکل کو کک لگائی اور دوبارہ سڑک پر آ گیا۔ سیاہ وین اس وقت تک اگلے چوراہے پر پہنچ گئی تھی ـــــ جیسے ہی وین سیدھے ہاتھ کی سڑک پر مڑی صفدر نے موٹر سائیکل کی رفتار تیز کر دی ـــــ

چوراہے سے سیدھے ہاتھ گھوم کر وہ مین روڈ پر آ گیا۔
سیاہ وین انتہائی تیز رفتاری سے آگے بڑھ رہی تھی۔
صفدر نے بھی اپنی رفتار تیز کر دی اور مناسب فاصلہ قائم کر کے سیاہ وین کا تعاقب شروع کر دیا۔

مختلف سڑکوں سے ہوتی ہوئی سیاہ وین دارالحکومت سے باہر جانے والی سڑک پر ہو لی۔

صفدر حیران تھا کہ وہ لوگ کدھر جا رہے ہیں۔ خیالات کا اک ہجوم اس کے ذہن میں امڈ آیا اور وہ خاموشی سے تعاقب کرتا رہا ـــــ!

دارالحکومت سے بیس میل دور پہنچ کر صفدر کو پٹرول کے بارے میں تشویش ہونے لگی۔ لیکن جیسے ہی اس کی نگاہ فیول بتانے والی سوئی پر پڑی اسے اطمینان ہو گیا۔

ٹینک آدھے سے زیادہ بھرا ہوا تھا ـــــ
آگے سڑک قدرے ویران ہو گئی تھی ـــــ اس لئے صفدر نے فاصلہ مزید بڑھا لیا اور موٹر سائیکل کی آواز ختم کرنے والا بٹن دبا دیا ـــــ

تارکول کی چکیلی سڑک پر تیز رفتاری سے سرسراتی ہوئی موٹر سائیکل سیاہ وین کا تعاقب کر رہی تھی اور اس سے بے خبر سیاہ وین کا ڈرائیور آگے ہی آگے بڑھ رہا تھا۔

تعاقب کرتے کرتے صفدر کو ایک گھنٹے سے زائد وقت گزر گیا لیکن سیاہ وین نہ تو کہیں رکی اور نہ ہی سڑک سے ادھر ادھر مڑی ـــــ

صفدر نے ابتدا میں جو نظریہ قائم کیا تھا۔ مجبوراً اسے اس

پر نظرِ ثانی کرنی پڑی ———

اس کا خیال تھا کہ وہ لوگ اس بے ہوش یا مردہ شخص کو ٹھکانے لگانے کے لئے اس ویران علاقے کی طرف جا رہے ہیں لیکن اب اس نے اپنا نظریہ تبدیل کر دیا۔

ظاہر ہے ان لوگوں کو اگر کسی سے پیچھا چھڑانا ہوتا تو اب تک کئی ایسی جگہوں سے گزر چکے تھے جہاں مدتوں لاش دستیاب نہ ہوتی ———

سڑک کے دونوں طرف گہری کھڈیں تھیں۔

پھر یہ سڑک بھی انتہائی شکستہ اور ٹوٹی پھوٹی تھی تیز رفتاری کو برقرار رکھنے کے لئے صفدر کو بڑی دشواری پیش آنے لگی ———

سڑک میں جگہ جگہ گڑھے پڑے ہوئے تھے ایسے میں موٹر سائیکل کو سنبھالنا کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ جبکہ رفتار کسی طرح بھی ساٹھ سے کم نہیں تھی۔ سیاہ وین بھی ہچکولے کھا رہی تھی ———

لیکن صفدر نے اس کی رفتار میں کسی قسم کی کمی بیشی محسوس نہیں کی ———

صفدر نے ایک شکستہ سے سنگِ میل کو دیکھ کر اندازہ لگایا کہ وہ اس وقت دارالحکومت سے اسی میل دور آ

یہ محل کس کا ہے؟ میں نے تو یہاں کسی کا محل نہیں دیکھا

یہ نواب چکر دتی کا علاقہ ہے۔

اوہ تو یہ چکر دتی کی جاگیر ہے ——— صفدر نے طویل سانس لے کر کہا ———

آؤ وقت ضائع نہ کرو۔

لیکن میں تم پر کس طرح اعتماد کر سکتا ہوں؟

اگر تمہیں نقصان پہنچانا مقصود ہوتا تو تمہارے کندھے پر میرے ہاتھ کی بجائے پستول رکھا ہوا ہوتا

کیا تمہارے پاس پستول ہے ———؟

لو دیکھو ——— یہ کہہ کر اس عورت نے صفدر کے پہلو میں پستول کی نال لگا دی ——— صفدر نے کاندھے جھٹکے اور بولا ———

چلو کدھر چلنا ہے ———

میرا ہاتھ پکڑ لو مجھے راستے کا اندازہ ہے۔

کیا تم یہاں پہلے بھی آ چکی ہو؟

تم سے کچھ دیر پہلے ——— لیکن میں تنہا ان سب کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔

میرے بارے میں تمہیں کیسے معلوم ہوا ———؟

میں مایوس ہو کر جانے والی تھی کہ تم پر نگاہ پڑ گئی۔

ہوں ——!

صفدر کا ذہن حد درجہ اُلجھ رہا تھا لیکن وہ خود کو حالات کے دھارے پر بہنے سے نہیں روک سکا —— لڑکی کا انداز پراسرار تھا لیکن اس پر اعتماد کے بغیر چارہ بھی نہ تھا

لڑکی نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور درختوں کی آڑ میں ایک طرف چل دی ——

لیکن نواب چکروتی کے محل میں مجرموں کا کیا تعلق ؟

نواب تو سالہا سال سے یہاں نہیں رہتا ——

پھر —— ؟

اس نے یہاں سے بیس میل دُور طلحہ آباد کی جاگیر میں رہائش اختیار کر رکھی ہے —— وہاں وہ جدید ترین مشینوں سے کاشتکاری کر رہا ہے —— لڑکی نے دبی دبی آواز میں انکشاف کیا۔

وہ دونوں درختوں کے جھنڈ سے نکل کر اب ایک چٹانی راستے پر چل رہے تھے ۔ جو آگے چل کر ایک دراز ثابت ہوا۔

وہ دونوں دبے پاؤں دراڑ میں چلتے رہے —— کچھ آگے چل کر لڑکی رُک گئی ۔

صفدر نے محسوس کیا وہ ادھر ادھر ہاتھ چلا کر کچھ ٹٹول رہی ہے —— پھر اس نے لڑکی کو ہاتھ جھٹکتے دیکھا ——

ہلکی سی گڑگڑاہٹ ہوئی اور سامنے ایک راستہ کھل گیا۔

وہ راستے سے اندر داخل ہوگئے۔

ایک کونے سے لڑکی نے دو کپڑے کی گٹھڑیاں نکال کر ایک صفدر کی طرف اچھال دی —— جلدی سے اسے پہن لو۔

یہ لبادے تم نے کہاں سے حاصل کئے تھے۔

مجھے مجبوراً دو آدمیوں کو ختم کرنا پڑا تھا۔

ہوں ——!

صفدر نے جلدی جلدی وہ سیاہ لبادہ پہن لیا اور منہ پر نقاب چڑھا لی —— لڑکی نے بھی اس کی پیروی کی۔ اگلے چند لمحوں میں وہ اس نیم تاریک کمروں میں دو سیاہ پوشوں کے روپ میں کھڑے تھے —— لڑکی نے اسی کمرے کی ایک دیوار کے کسی میکنزم سے چھیڑ چھاڑ کی اور ایک نیا دروازہ کھول لیا۔

دونوں دبے پاؤں وہاں سے نکل آئے۔

اب وہ ایک غار میں چل رہے تھے —— گھپ اندھیرا تھا —— ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ صفدر لڑکی کا ہاتھ پکڑے بڑی احتیاط سے آگے بڑھ رہا تھا۔

غار کو طے کر کے وہ ایک نسبتاً میدانی جگہ پر نکل آئے —— یہاں ایک باغ تھا —— لڑکی صفدر کو لئے ہوئے درختوں کی آڑ سے ایک دیوار تک لے آئی —— صفدر نے نگاہ اُٹھا کر دیکھا —— !

بہت اُوپر ہلکی سی روشنی ہو رہی تھی۔

ہمیں اس کمرے تک پہنچنا ہے۔

بہت اونچائی پر واقع ہے ___ کیسے چڑھیں گے؟

گھبراؤ نہیں میں اسی راستے سے نیچے اتری تھی ___ دیکھو، یہ رہی رسّی ___ لڑکی نے ہاتھ بڑھا کر ایک مضبوط رسّی کو پکڑا اور صفدر کا دوسرا ہاتھ بے اختیار اس رسی تک پہنچ گیا۔

چلو جلدی کرو ___ ایسا نہ ہو وہ پولیس کو کوئی نقصان پہنچا دیں ___

صفدر نے رسّی کو کھینچ کر اس کی مضبوطی کا اندازہ کیا اور پھر رسّی سے لٹک گیا ___ دونوں ہاتھوں سے رسّی کو تھامے پاؤں دیوار سے لگائے وہ اوپر چڑھنے لگا ___ رسّی چونکہ باریک تھی۔ اس لئے ہاتھوں میں اتری جا رہی تھی۔

لیکن صفدر رکا نہیں وہ تیزی سے اوپر چڑھتا رہا۔

روشنی شاید کسی کھڑکی سے آ رہی تھی ___ صفدر اس کھڑکی تک چڑھتے چڑھتے بڑی طرح ہانپ گیا۔

رسی چھوڑ کر اس نے کھڑکی کو پکڑ لیا اور کہنیوں کے سہارے کھڑکی کے اندر کود گیا۔

اس نے دیکھا یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا غالباً سٹور کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا ___ کمرے میں مٹی کا ایک چراغ جل رہا

تھا جس کی مدہم روشنی کمرے کی تاریکی کو دُور کرنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔

چند منٹ بعد لڑکی بھی ہانپتی ہوئی کھڑکی تک پہنچ گئی

صفدر نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اندر کھینچ لیا۔

کچھ دیر دم لے لو ___!

نہیں ہمیں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیئے ___ لڑکی نے پھولی ہوئی سانسوں پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

صفدر اس کی ہمت کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکا۔

لڑکی نے اپنا پستول نکال کر ہاتھ میں لیا اور تیزی سے سٹور کے دروازے سے نکل گئی ___ صفدر نے بھی اس کی تقلید کی۔

ان کے سامنے ایک طویل راہداری تھی۔

لڑکی ادھر ادھر دیکھتی ہوئی بڑے چوکنے انداز میں آگے بڑھ رہی تھی ___ صفدر اپنا ریوالور سنبھالے اس کے پیچھے تھا۔

راہداری میں مکمل تاریکی تھی۔

بہت دُور ___ غالباً راہداری کے اختتام پر راہداری کا فرش روشن دکھائی دیا یہ کسی دروازے کی نچلی درز سے نکلنے والی روشنی تھی جو راہداری کے فرش پر ایک روشن لکیر بنا رہی تھی۔

لڑکی کی رفتار اب قدرے تیز ہو گئی ___ صفدر بھی اس کے عقب میں بڑھتا چلا گیا ___ راہداری بالکل سنسان پڑی تھی،

سنسان اور تاریک ۔

چند منٹ بعد وہ اس دروازے تک پہنچ گئے۔ جس کی درز سے روشنی دکھائی دے رہی تھی ـــــ صفدر نے جھک کر کی ہول سے اندر دیکھا اور بُری طرح چونک پڑا ـــــ لڑکی اسے ایک طرف دھکیل کر اندر دیکھنے کے لئے جھکی اور پھر وہ بھی چونک کر صفدر کی طرف دیکھنے لگی ـــــ صفدر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

عمران اس وقت اپنی تمام تر حماقتوں سمیت ٹپ ٹاپ میں بیٹھا ہوا تھا۔ جسم پر تقریباً ہر شوخ رنگ کے کپڑوں سے بنا ہوا لباس تھا........ وہ بڑی دیر سے ایک میز پر تنہا بیٹھا ہوا تھا۔

اس دوران اس نے آٹھ مرتبہ سے زیادہ چائے منگوائی تھی لیکن چند منٹ بعد وہ ویٹر کو برتن اٹھالے جانے کا اشارہ کر دیتا...... اور اب جو اس نے ویٹر کو نویں مرتبہ چائے کا آرڈر دیا تو ویٹر کے چہرے پر زلزلے کے آثار پیدا ہو گئے۔

لل ... لیکن صاحب آپ چائے پیتے تو ہیں نہیں ویٹر نے جرأت کر کے کہہ ہی دیا۔

بڑی دُکھ بھری داستان ہے میاں سنو گے تو کاٹنے دوڑ پڑو گے ...... عمران نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔

پھر بھی صاحب ـــــ بلا وجہ بل ادا کرنے سے کیا فائدہ ؟

اگر تم میری داستان سن لوگے تو میں چائے پی لوں گا۔

جلدی فرمایئے صاحب مجھے اور بھی ٹیبل سرو کرنے ہیں۔ ویٹر نے ادھر ادھر دیکھ کر بوکھلائی ہوئی آواز میں کہا۔

اچھا تم پہلے چائے لے آؤ پھر سناتا ہوں۔

عمران نے ہاتھ اٹھا کر اسے جانے کا اشارہ کیا۔

ویٹر تیر کی طرح کچن کی طرف لپکا ـــــ اگلے دو منٹوں کے بعد وہ الہ دین کے غلام جن کی طرح طشتری ہاتھ میں سنبھالے موجود ہوا ـــــ اس نے برتن میز پر سجا دیئے اور مؤدب کھڑا ہو گیا

ہاں تو تم داستان سننا چاہتے ہو۔

نن ـــ نہیں جناب ـــ لیکن اگر آپ بضد ہیں تو جلدی سے

ہوں ـــ جاؤ پہلے یہ برتن واپس چھوڑ آؤ۔

جی ـــ بہت اچھا۔

ویٹر نے بمشکل ضبط کرتے ہوئے نویں مرتبہ بھی برتن سمیٹ کر طشتری میں جمائے اور واپس چلا گیا۔

آہا ـــ آج تو بالکل قوس قزح بنے بیٹھے ہو۔

ایک آواز نے عمران کو چونکا دیا۔

اس نے پلٹ کر دیکھا تو فیاض اپنی نئی لیڈی سیکرٹری کے ساتھ کھڑا تھا۔ وہ اس وقت تھری پیس سوٹ میں ملبوس بڑا اسمارٹ

دکھائی دیا ــــــ

ممکن ہے وہ کسی اور میز پر جا بیٹھتا لیکن شاید اس خدشے کے پیشِ نظر کہ عمران کہیں زیادہ پریشان نہ کرے وہ اسی کی میز پر ہی آ پہنچا۔ ــــــ

پھر بدل گئی ـــــ اُف ـــــ!

عمران نے نئی لیڈی سیکرٹری کو گھورتے ہوئے کہا۔

بڑی موج میں بیٹھا ہے ماڈرن قلندر ـ فیاض نے اپنی دانست میں اسے مسکہ لگایا لیکن عمران نے اسے کوئی لفٹ نہیں دی۔ وہ مسلسل لڑکی کو گھورے جارہا تھا اور وہ بھی بالکل ندیدوں کی طرح ....

فیاض بے تکلفی سے کرسی گھسیٹ کر سامنے بیٹھ گیا۔

لڑکی بھی شرمائی لجائی بیٹھ گئی ــــــ

عمران اب بھی اسے گھور رہا تھا۔

فیاض نے یہ دیکھا تو اپنی طرف متوجہ کرنے کی اُسے کوشش کی لیکن عمران کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔

اب کیا یوں ہی بیٹھے رہیں گے۔ چائے تو پلواؤ۔

آں ــ ہاں ــــ اچھا اچھا۔

عمران نے یکدم بوکھلا کر کہا اور ویٹر کو چائے لانے کا اشارہ کیا

ویٹر کی روح قبض ہو گئی ــــــ

وہ تیزی سے کچن کی طرف روانہ ہو گیا۔

سنیئے ــ کیا نام ہے آپ کا؟

جی ـــ ریٹا۔

جی ریٹا ــــ عمران نے دہرایا اور سر ہلانے لگا ــ بہت اچھا نام ہے۔ کیا آپ پارسی ہیں؟

نہیں تو ــــ لڑکی نے پہلے تو فیاض کو دیکھا پھر عمران کو گھورنے لگی ــــــ

پھر یہ اپنے نام سے پہلے جی کیوں لگا رکھا ہے؟

میرا نام صرف ریٹا ہے جناب!

اچھا نام ہے ــــ اچھا نام ہے ــ کیا آپ میری ایک اپیلی کیشن پر غور کر سکتی ہیں ــــ؟

فرمایئے ــ لڑکی نے مسکرا کر کہا۔

فیاض عمران کو گھورنے لگا۔

میں ایک ایسی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہوں جو میرے ایک تقاضے کو پورا کر سکے!

میں آپ کا مطلب نہیں سمجھی۔ ــــــ؟

میرا تقاضہ ہے کہ میری دلہن جہیز میں طلاق نامہ لکھ کر لائے

غالباً آپ کی بالائی منزل خالی ہے۔ لڑکی نے اس کا مضحکہ اڑانے کی کوشش کی ــــــ

جی نہیں ــــ بلکہ یہاں ایک کمرہ عرصہ سے خالی ہے ــــ عمران

نے دل کے مقام پر ہاتھ رکھتے ہوئے سینہ ٹھونک کر جواب دیا۔

لڑکی نے کوئی جواب نہیں دیا بلکہ اس کی طرف دیکھ کر مسکراتی رہی شاید وہ سمجھ گئی تھی کہ فیاض دل کے بہلانے کے لئے کسی مسخرے دوست کے پاس آ بیٹھا ہے وہ ویسے بھی بڑی بیباک دکھائی دے رہی تھی۔

ہاں تو آپ نے اپنا نام بتایا۔

میں بتا چکی ہوں کہ مجھے ریٹا کہتے ہیں

کہتے ہیں —— عمران نے چونک کر کہا —— کیا آپ نے کبھی اعتراض نہیں کیا ——

کیوں —— یہ میرا نام ہے جناب۔

اوہ —— میں سمجھا آپ کو چڑانے کے لئے کوئی کہتا ہے۔

آپ نے ابھی تک ان کا تعارف نہیں کرایا —— لڑکی نے اٹھلا کر فیاض سے کہا اور فیاض جو کہ عمران کو گھورنے میں مصروف تھا اس کے تیور یکدم ڈھیلے پڑ گئے لیکن عمران کا تعارف کرانے سے پہلے پھر اس کا موڈ بگڑ گیا ——

یہ اس ملک کا سب سے بڑا ....

گھاس مرچنٹ ہے .... عمران نے جلدی سے فیاض کا فقرہ اُچک لیا ——

یہ کونسا بزنس ہوا جناب ؟

میں اس دنیا میں واحد گراس مرچنٹ ہوں —— میرے کھیتوں میں

وسیع پیمانے پر گھاس کی کاشت ہوتی ہے۔

باہر بھی بھیجتے ہوں گے ؟

جی ہاں —— زیادہ تر مال ایکسپورٹ ہی ہوتا ہے۔

لڑکی کھلکھلا کر ہنس دی ——

بڑے دلچسپ آدمی ہیں آپ —— آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔ لڑکی نے اپنا سپید نرم و نازک ہاتھ مصافحے کے لئے بڑھا دیا۔

کک —— کیا چاہیے آپ کو —— ؟

عمران بوکھلا کر جیبیں ٹٹولنے لگا اور لڑکی نے جھینپ کر ہاتھ کھینچ لیا

بڑے سوّر ہو تم —— فیاض بے دلی سے مسکرایا۔

صحیح فرمایا بڑے بھائی۔

بس اب بکواس بند کرو گدھے

یہ سن کر عمران نے رینکنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ فیاض نے بوکھلا کر اس کا پاؤں میز کے نیچے سے کچل ڈالا۔

دولتیوں کا استعمال خود کر رہے ہو تم۔

عمران دھاڑا اور ویٹر کی طرف دیکھنے لگا جو میز پر برتن لگا رہا تھا۔ ویٹر نے کنکھیوں سے عمران کی طرف دیکھا —— اور پھر برتن میز پر سجانے کے بعد دوبارہ سمیٹنے لگا۔

ارے یہ کیا کر رہے ہو —— فیاض دھاڑا۔

جی صاحب —— ان کی یہی عادت ہے۔ ویٹر نے دانت نکال کر

عمران کی طرف اشارہ کر دیا۔

کیا مطلب ۔۔۔؟ فیاض نے گھور کر ویٹر کو دیکھا۔

جواباً ویٹر نے اُسے پوری تفصیل سے بتایا کہ کس طرح عمران نے دس مرتبہ چائے کا آرڈر دیا اور اسے ہر مرتبہ برتن چائے سے لبریز ہی لے جانے پڑے ۔۔۔۔

جاؤ تم ۔۔۔ فیاض نے ویٹر کو چائے بنانے کا اشارہ کرتے ہوئے عمران سے کہا ۔۔۔۔

سنجیدگی ایک ایسا مضمون ہے سوپر جس کے طالب علم بھینس سے ٹکرانے کے بعد معذرت چاہتے ہیں اور لڑکیوں سے ٹکرا کر بڑبڑاتے ہیں ۔۔۔ کھلی چھوڑ دیتے ہیں حرامزادے ۔۔۔۔

عمران نے عالمانہ شان سے جواب دیا۔

اچانک وہ چونک کر دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔

فیاض نے اسے چونکتے دیکھا تو خود بھی صدر دروازے کی طرف متوجہ ہو گیا ۔۔۔۔۔۔۔ اگلے ہی لمحے اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں ۔۔۔۔ دروازے میں ایک سفید رنگ کا برہنہ آدمی کھڑا تھا ۔۔۔۔ اس کا چہرہ انتہائی خوفناک تھا ۔۔۔۔ ہال میں بیٹھی ہوئی کئی عورتیں تو اُسے دیکھتے ہی دہشت سے چیخیں مار کر بے ہوش ہو گئیں

فیاض پھرتی سے اٹھا اور دروازے کی طرف بھاگا۔

عمران تو اس سے پہلے ہی چار چھلانگیں لگا کر اس سفید رنگ کی لاش

کے قریب جا پہنچا تھا۔

برہنہ اور غیر معمولی سفید رنگ کا آدمی جس کی آنکھوں کی جگہ دو گڑھے دکھائی دے رہے تھے بمشکل قدم اٹھاتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔

ہال میں کہرام مچا ہوا تھا۔

ہر کوئی چیخ رہا تھا ۔۔۔۔

فیاض نے لوگوں سے خاموش رہنے کی اپیل کی اور اپنے پولیس آفیسر ہونے کا اعلان کر دیا ۔۔۔ نتیجہ خاطر خواہ نکلا ۔۔۔۔۔۔ ہال میں یکدم خاموشی چھا گئی کہ سوئی بھی گرتی تو آواز سنائی دیتی۔

عمران اس برہنہ آدمی کے ساتھ چل رہا تھا۔

نن ۔۔۔ نائٹ ایکسپریس۔

اس کے حلق سے ایک خرخراہٹ سی نکلی اور اس کے ساتھ ہی اس کے جبڑے بھینچ کر کھل گئے۔

کڑ ۔۔۔ کڑ ۔۔۔ کڑ ۔۔۔۔۔ کئی دانت اس کے منہ سے نیچے فرش پر گرے ۔۔۔ اس کا منہ اب بھی ہل رہا تھا ۔۔۔ وہ کچھ کہہ رہا تھا۔ لیکن آواز اس قدر دھیمی اور خرخراتی ہوئی تھی کہ عمران لاکھ توجہ دینے کے باوجود کچھ نہ سن سکا ۔۔۔۔

یکایک وہ جھولتا ہوا فرش پر ڈھیر ہو گیا۔

عمران نے جھک کر اس کے منہ سے کان لگا دیا لیکن وہ مزید کچھ نہ سن سکا ۔۔۔۔۔۔۔ اس کے دائیں بازو پر کہنی سے چند انچ اوپر ایک ریل گاڑی

کا نشان داغا ہوا تھا ______

یہ لاش بھی بالکل ویسی ہی تھی جیسی کہ عمران دو روز قبل جولیا کے فلیٹ میں دیکھ چکا تھا ______

کچھ دیر بعد لاش کا حشر بھی ویسا ہی ہوا جو پہلی لاش کا ہوا تھا۔ اس کی ہڈیاں کڑکڑانے لگیں اور جسم کا گوشت جگہ جگہ سے ہڈیوں کو چھوڑ کر لٹکنے لگا ______

اردگرد کے لوگ حیرت سے پھیلی ہوئی آنکھیں ______ چند لمحوں کے لئے یوں بے حس ہو گئے تھے جیسے ابھی کچھ دیر بعد قے کر دیں گے ______

یہ کیا مصیبت ہے ______

فیاض عمران کے قریب کھڑا ہوا بڑبڑایا ______

خون سفید ہو گیا ______ تم پولیس والوں کا

خون بھی دن بدن سفید ہوتا جا رہا ہے

بکو مت ______ فیاض غرا کر پلٹا اور سیدھا کاؤنٹر کی طرف بڑھا

اس نے اپنے محکمے کے عملے کو فون کیا اور واپس لاش کے قریب آ گیا... جس کا گوشت ہڈیوں سے الگ ہو گیا تھا اور اب وہاں ایک انسانی ڈھانچے کے بجائے ہڈیاں اور سفید رنگ کے گوشت کا ڈھیر پڑا ہوا تھا ______

عمران نے ادھر ادھر دیکھا ______

فیاض اس وقت لاش کے سلسلے میں اپنے ماتحتوں کو ہدایات دے رہا تھا۔ اس لئے چپکے سے کھسک لینے میں ہی عافیت سمجھی۔

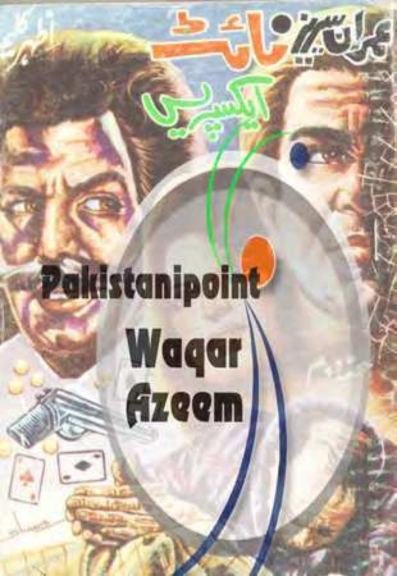
دوسرے ہی لمحے وہ باہر پورچ میں تھا اور چند لمحوں بعد اس کی ٹو سیٹر گیٹ سے باہر نکل رہی تھی۔ جبکہ اندر فیاض اس کی تلاش میں پورے ہال میں ناچ رہا تھا۔

پہلا حصہ ختم ہوا

بقیہ

II نائٹ ایکسپریس

میں ملاحظہ فرمائیں


عمران سیریز
نائٹ
ایکسپریس
Pakistanipoint
Waqar
Azeem

عمران سیریز

ڈاسٹ ایکسپریس

مظہر کلیم

حصہ دوم

اس ناول کے تمام کردار، مقام، نام، واقعات فرضی ہیں۔ کسی قسم کی جزوی یا کلی مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی۔ جس کے لئے پبلشرز، پرنٹر، مصنف ذمہ دار نہیں ہونگے

ناشر ——— محمد شاہجہان
پیش کار ——— عامر چوہان
تزئین کار ——— امین راہی
قیمت ——— چھ روپے
پرنٹر ——— آصف مشتاق لاہور
ڈیزائنر ——— شمس
تعداد ——— ۲۱۰۰

روبی پبلی کیشنز اردو بازار لاہور

عمران سیریز



مصنف

مظہر کلیم

روبی پبلی کیشنز اردو بازار لاہور

کمرے میں ایک چھوٹا سا لیمپ روشن تھا۔ جس کی دھیمی روشنی
کمرے کی تاریکی دور کرنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔
بالکل سامنے کی دیوار کے ساتھ کالے پتھروں سے بنا ہوا ایک
مجسمہ تھا جس کی گود کرسی کا کام دیتی تھی۔
مجسمے کے سامنے بیس کے لگ بھگ کرسیاں ترتیب سے بچھی
ہوئی تھیں
ہر کرسی پر ایک سیاہ پوش بیٹھا ہوا تھا۔
سب اس قدر خاموش اور بے حس و حرکت تھے کہ ان پر بھی
سیاہ مجسموں کا ہی گمان گزرتا تھا۔
اچانک دیوار کے سامنے لیٹے ہوئے کالے پتھروں کے مجسمے
میں حرکت ہوئی اور وہ بائیں ہاتھ گھوم گیا۔

اس کے گھومتے ہی غالباً عقبی حصے میں کوئی دروازہ کھل گیا
تھا۔ تب ہی تو ایک سرتاپا سیاہ لبادے میں ملبوس ایک دراز قد آدمی
مجسمے کے پچھلے حصے سے نکل کر دائیں طرف نمودار ہوا۔

دراز قد سیاہ پوش مجسمے کے عقب سے نکل کر سامنے آیا۔ اور
کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تمام سیاہ پوش پذیرائی کے لئے اُٹھ کر کھڑے
ہوگئے ——

دراز قد آدمی نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں بیٹھنے کا حکم دیا۔
سب اپنی اپنی کرسیوں پر بیٹھ گئے اور دراز قد آہستہ آہستہ مجسمے
کے قدموں سے اوپر آتی ہوئی سیڑھیاں چڑھنے لگا۔

وہ سیڑھیاں چڑھ کر مجسمے کی گود میں آرام سے یوں بیٹھ گیا جیسے
وہ آرام کرسی رہی ہو۔

یس نمبر نو —— رپورٹ ——

دراز قد نے بھرائی ہوئی آواز میں حاضرین کی طرف گھورتے ہوئے
کہا —— کرسیوں پر بیٹھے ہوئے سیاہ پوشوں میں سے ایک اُٹھ
کر کھڑا ہوگیا —— اس نے پہلے تو جھک کر تعظیم پیش کی اور
پھر یوں گویا ہوا ——

"ہم نے رات روزی کو قتل کرکے اس کی لاش ایک ٹرائی

سائیکل پر ڈال دی تھی —— پرنس آفندی اس سائیکل کو لے کر
سامنے والے مکان میں چلا گیا —— نمبر تھری مکان کی نگرانی کرتی رہی
توقع کے مطابق عمران ٹیمبری کے علاقہ میں آیا۔ لیکن اس نے لاش کو
نہ جانے کہاں غائب کر دیا۔

لاش کے غائب ہوجانے سے ہمارا مقصد فوت ہوگیا اور وہ لوگ
جو دریا کے کنارے اس انتظار میں تھے کہ کب پرنس لاش کو دریا برد
کرتا ہے محض انتظار ہی کرتے رہے۔

بہت انتظار کے بعد ہم نے پولیس کو اطلاع دی۔ لیکن ٹرائی
سائیکل میں لاش نہیں مل سکی وہ سائیکل ایک ہوٹل کے سامنے کھڑی
کرنے کے بعد پرنس عمران کے فلیٹ چلا گیا۔

لاش کا پتہ چلانے کے لئے ہم نے پرنس پر سختی کی لیکن شاید اُسے
معلوم نہیں تھا —— مجبوراً ہمیں اس کو اغوا کرلینا پڑا اور یہاں
اس پر کافی تشدد کے باوجود لاش کا کچھ پتہ نہ چلا"

سیاہ پوش نے اپنی رپورٹ ختم کرکے دوبارہ تعظیم پیش کی
اور اپنی کرسی پر بیٹھ گیا ——

"عمران کا کیا رہا ——؟"

دراز قد نے پوچھا ——

وہ اور اس کا ملازم اپنے فلیٹ میں بے ہوش پڑے ہوں گے جناب ——!

ایک اور سیاہ پوش نے اُٹھ کر جواب دیا۔

ہُوں۔ —— میرا خیال ہے عمران نائٹ ایکسپریس کے راز سے واقف ہو جائے گا

آپ نے درست فرمایا جناب۔ ——!

اگر وہ اس راز سے واقف ہو گیا تو ہمارا کام رک بھی سکتا ہے

آپ کا خیال درست ہے جناب۔

میرا خیال ہے چیف نے سفید لاشوں کو شہر میں چھوڑ کر غلطی کی ہے —— اگرچہ ان کو شہر میں پھیلانے کا مقصد لوگوں میں خوف و ہراس پیدا کرنا تھا کہ لوگ ہمارے علاقے کو آسیب زدہ خیال کر کے ادھر آنے سے گریز کریں۔

جی ہاں جناب ——!

آئندہ سفید لاشوں کو یہیں ٹھکانے لگایا جائے۔

بہتر جناب ——!

اور عمران چونکہ ہمارے لئے خطرناک بھی ثابت ہو سکتا ہے اس لئے اس کا کوئی فوری بندوبست کرنا بہت ضروری ہو گیا ہے۔

کیا اُسے ختم کر دیا جائے جناب؟

ہاں اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ دراز قد نے سوچ میں ڈوبی ہوئی آواز میں جواب دیا۔ —— وہ اب کہیں بھی دکھائی دے تو اسے اغوا کر کے یہاں لے آؤ یا پھر وہیں گولی مار دو۔

او کے سر —— ہم کل سے ایسا ہی کریں گے۔

کوشش کرنا اسے موت کے گھاٹ اتار دو تو اس کی موت کو خودکشی کا رنگ دینا ضروری ہے ورنہ دارالحکومت کی پولیس اور سیکرٹ سروس اس کے قاتلوں کا سراغ لگانے کے لئے زمین آسمان ایک کر دیگی اس طرح ہمارے کام میں بہت سی رکاوٹیں پیدا ہونے کا خدشہ پیدا ہو جائے گا ——

یس سر۔ . . . . . ،

برقی بھٹی پر کام کرنے والے آدمی چند گھنٹوں سے زیادہ زندہ نہیں رہتے اس لئے ان کی فراہمی کے لئے جدوجہد اور تیز کر دو۔

میرا خیال ہے ہمیں کسی غیر ملک کے لئے مزدوروں کی ضرورت کا اشتہار دے دینا چاہیئے . . . . اور دارالحکومت میں ایک عارضی بھرتی کا دفتر قائم کر کے طاقتور لوگوں کی فراہمی کا مسئلہ حل کر لینا چاہیئے۔

نہیں اس طرح ہمیں کافی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑیگا۔

آپ کا خیال غلط ہے جناب ــــ یہ ملک معاشی لحاظ سے بدحال ہے پھر یہاں کا مزدور طبقہ بیرونی ممالک میں اچھی مزدوری ملنے کے لالچ میں بڑی آسانی سے آ سکتا ہے ۔

میں تمہاری تجویز پر غور کروں گا ــــ

پرنس کا کیا کیا جائے جناب ؟

اُسے برقی بھٹی پر لگا دو ــــ دراز قد آدمی یہ کہہ کر اپنی سیٹ سے اُٹھ گیا ــــ اور سیاہ مجسمے میں لگے ہوئے کسی خفیہ میکنزم کو حرکت دی اور اس کے عقبی دروازے میں گھس کر غائب ہو گیا ۔

صفدر نے اپنی ساتھی لڑکی کی طرف دیکھا ۔

لڑکی نے معنی خیز نگاہوں سے اسے گھورا اور سر ہلا دیا ۔

ہمیں جلد از جلد پرنس کو یہاں سے رہا کروا لینا چاہیئے ۔

پرنس کہاں ہے ؟

صفدر نے سرگوشی کی ــــ

میرے ساتھ آؤ ــــ

لڑکی صفدر کو لے کر راہداری میں آگے بڑھ گئی ۔ جیسے کہ صفدر کو توقع تھی کہ یہ کمرہ راہداری کے بالکل کنارے پر واقع ہے ــــ وہ دونوں چند قدم چل کر راہداری کے خاتمے پر پہنچ گئے ۔

بائیں ہاتھ پر ایک تنگ اور تاریک سی گلی دکھائی دی ۔

لڑکی ادھر مڑ گئی ــــ صفدر نے بھی اس کی تقلید کی ۔

حالانکہ صفدر نے گروہ کی خفیہ میٹنگ کی ایک ایک بات سن لی تھی ۔ تاہم وہ ابھی تک معاملے کی تہہ میں نہیں پہنچا تھا ــــ برقی بھٹی کے حوالے نے اسے اور بھی چونکا دیا تھا ــــ جولیا کے فلیٹ میں پائی جانے والی لاش کے بارے میں اسے کوئی علم نہیں تھا ۔

ایکسٹو نے جولیا کو سختی سے ہدایت کر دی تھی کہ وہ لاش کا تذکرہ کسی سے نہ کرے ــــ صفدر نے سیاہ پوشوں کی میٹنگ میں جب پراسرار لاشوں کا ذکر سنا تو اس کا حیران ہونا بجا تھا ــــ اس کے ذہن سے ایک نام " برقی بھٹی " چپک کر رہ گیا ۔

گلی ویران ــــ تاریک اور خاموش تھی ۔

صفدر کے پاؤں میں اسفنج سول کے جوتے تھے اس لئے قدموں کی چاپ بالکل سنائی نہیں دے رہی تھی ــــ لڑکی نے اپنے سینڈل اتار کر بغل میں داب رکھے تھے اس لئے صفدر اس کی طرف سے بھی لاپرواہ تھا ــــ

وہ خاموشی سے آگے بڑھ رہے تھے ۔

صفدر حیران تھا کہ انتہائی تاریکی کے باوجود لڑکی اس طرح اس

کی راہنمائی کر رہی تھی جیسے برسوں سے انہی راستوں پر چلتی آ رہی ہو ——— اب تک کسی ایک بھی راہداری کو اس نے تذبذب کی حالت میں طے نہیں کیا تھا۔

اندھیری گلی سے نکل کر وہ محل کے بالائی حصے میں آ گئے یہاں ایک طرف روشنی دکھائی دی ——— لڑکی کی رفتار کم ہو گئی۔

پھر وہ صفدر کی طرف مڑی اور سرگوشی کی۔

اس روشن کمرے میں ———

ٹھیک ہے ——— تم پیچھے آ جاؤ۔

صفدر نے مضبوطی سے ریوالور پکڑ لیا اور گربہ قدمی سے روشن کمرے کے دروازے کی آڑ میں رک کر اندر جھانکا۔

اندر دو آدمی بیٹھے ہوئے تاش کھیل رہے تھے۔

بس دوستو ——— یہ بازی کسی اور وقت کے لئے اٹھا رکھو۔

صفدر اچانک کمرے میں گھس گیا۔

اس نے اندر آنے سے قبل ریوالور کی نال پر سائیلنسر فٹ کر دیا تھا ——— دونوں آدمی اسے دیکھ کر چونک پڑے۔

اس سے قبل کہ دونوں کے ہاتھ ان کے ہولسٹروں کی طرف بڑھتے صفدر نے ٹریگر دبا دیا ———

بھک ——— بھک۔

دو خاموش فائر ہوئے اور ان آدمیوں کے ہاتھوں سے پتے گر گئے ———

دونوں کرسیوں پر ہی دم توڑ چکے تھے۔

پرنس تو یہاں دکھائی نہیں دیتا ———

صفدر نے لڑکی کی طرف مڑ کر سرگوشی کی۔

ادھر ایک خفیہ کمرہ ہے ——— لڑکی نے کونے میں بنی ہوئی الماری کی طرف اشارہ کیا۔ صفدر نے جلدی سے آگے بڑھ کر الماری کے پٹ کھول دیئے ——— یہ دراصل ایک خفیہ دروازہ تھا۔

تم یہیں رکو ——— باہر کے دروازے کا خیال رکھنا۔

صفدر نے سرگوشی کی اور الماری کے دروازے میں داخل ہو گیا یہ ایک اندھیرا کمرہ تھا۔

اندر کسی کے کراہنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔

صفدر نے جیب سے گیس فلیم لائٹر نکال کر جلا لیا کمرے کے ایک کونے میں اسے پرنس آفندی دکھائی دیا۔ جس کے ہاتھ پاؤں بڑی مضبوطی سے بندھے ہوئے تھے۔

صفدر کو دیکھ کر پرنس کسمسایا ———

اس نے ہاتھوں کی رسیوں سے اپنے ہاتھ نکالنے کے لئے جدو جہد کی لیکن رسیاں اس بری طرح بندھی تھیں کہ پرنس کے منہ سے بے اختیار تکلیف کی سسکاری نکل گئی ——— وہ خوفزدہ نگاہوں سے صفدر کی طرف دیکھنے لگا۔

پرنس آفندی ——— صفدر نے سرگوشی کی

کک ——— کون ——— کون ہو تم؟

ایک دوست ——— چلو چلنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔

اوہ ———

پرنس کے حلق سے ایک طویل سانس نکل گئی ——— اس نے کسمسا کر اپنے ہاتھوں کو ایک جھٹکا دیا جو اس کی پشت پر بندھے ہوئے تھے ——— صفدر نے جلدی سے آگے بڑھ کر اس کی رسیاں کاٹ دیں اور اُسے سہارا دے کر اٹھا دیا۔

دونوں تیزی سے دوسرے کمرے میں آ گئے

لڑکی پر نگاہ پڑتے ہی پرنس ٹھٹھک گیا۔

اوہ ——— ڈارلنگ ——— کیا تم ٹھیک ہو؟

لڑکی پرنس کی طرف بڑھی ——— پرنس نے الجھن الجھی نگاہوں سے صفدر کی طرف دیکھا ——— صفدر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

تمہیں رہا کرانے کا سہرا اسی کے سر ہے۔

اوہ ——— ڈارلنگ۔

پرنس نے جلدی سے آگے بڑھ کر لڑکی کو اپنی باہوں میں لے لیا اور پھر جیسے ہی اس کے ہونٹ لڑکی کے ہونٹوں کی طرف بڑھے صفدر نے بوکھلا کر نگاہ دوسری طرف پھیر لی۔

ایک منٹ گزر گیا ———

صفدر نے کنکھیوں سے ان کی طرف دیکھا۔

پرنس ابھی تک بوسے سے فارغ نہیں ہوا تھا۔

دوسری قسط آئندہ کے لئے اٹھا رکھو ——— ہمیں جلدی سے نکل جانا چاہیئے ——— صفدر نے بُرا سا منہ بنا کر کہا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

دروازے کی آڑ سے جھانک کر باہر دیکھا۔

گلی ویران پڑی تھی ———

چلو جلدی کرو ——— صفدر نے جھنجھلا کر کہا۔

پرنس اور لڑکی ابھی تک ایک دوسرے سے لپٹے ہوئے تھے ——— صفدر کی غراتی ہوئی آواز سن کر دونوں چونک پڑے اور پرنس نے مسکرا کر لڑکی کو چھوڑ دیا ——— صفدر نے مردہ آدمیوں

میں ایک کا ریوالور نکال لیا۔

اسے سنبھالو پرنس ـــــــ

ریوالور پرنس کی طرف اچھال کر صفدر نے لڑکی کی طرف دیکھا۔

ممکن ہو تو کسی قریب ترین راستے سے باہر نکال لے چلو۔

راستہ تو وہی ہے ـــــــ جدھر سے آئے تھے۔

چلو پھر انتظار کس بات کا ہے ؟

صفدر ان دونوں کے اطمینان سے چڑ گیا تھا۔

وہ گلی میں نکل آئے اور ہر ممکن تیز رفتاری سے اس راہداری تک پہنچے جو محل کے اس دریچے تک پہنچتی تھی جہاں سے وہ لوگ اندر داخل ہوئے تھے !

وہ راہداری پہلے کی طرح تاریک تھی۔

اب تو اس کمرے کی روشنی بھی غائب ہو گئی تھی جس میں کچھ دیر قبل سیاہ پوشوں کی خفیہ میٹنگ ہوئی تھی۔

اچانک انہیں عقبی گلی میں کسی کے بھاگتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی۔ صفدر نے چونک کر پیچھے دیکھا لیکن قدموں کی چاپ کے سوا کچھ سجھائی نہیں دیا۔

بھاگو ـــــــ صفدر نے سرگوشی کی۔

اگلے ہی لمحے وہ دریچے کی طرف بھاگے ـــــــ راہداری میں دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں اب بڑھ گئی تھیں ـــــــ شاید سیاہ پوشوں میں کسی کو ان کے فرار ہونے کی خبر ہو گئی تھی۔

باری باری رسی کے ذریعے وہ نیچے اتر کر اس باغ میں پہنچ گئے جہاں صفدر نے اپنی موٹر سائیکل چھوڑی تھی۔ اس نے موٹر سائیکل اسٹارٹ کی اور تیزی سے اس اندھیرے راستے پر چل دیا جدھر سے آیا تھا ـــــــ

اس کے پیچھے پرنس بیٹھا ہوا تھا اور ان کے درمیان میں لڑکی ٹھنسی ہوئی تھی ـــــــ صفدر نے محسوس کیا کہ پرنس نے جھک کر دوبارہ لڑکی کا بوسہ لیا ہے ـــــــ اس نے برا سا منہ بنایا اور رفتار تیز کر دی۔

بادشوں نے ان دنوں دارالحکومت کو گھر بنا رکھا تھا ——— تین روز سے مسلسل بارش ہو رہی تھی۔

کبھی کبھار بارش کی بوچھاڑ رکتی بھی تو بس ایک آدھ گھنٹے کے لئے اس کے بعد دوبارہ آسمانی فوارے کا چھلنی جیسا منہ کھل جاتا۔

عمران اپنے کمرے میں بیٹھا دماغی ریس کورس میں خیالوں کے گھوڑوں کی ریس کروا رہا تھا لیکن ایک گھوڑا بھی حالات کے ٹارگٹ پہ نہ پہنچا ———

جھنجھلا کر اس نے ریسور اٹھایا اور کسی کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ دوسری طرف گھنٹی بجتی رہی لیکن کسی نے کال ریسیو نہیں کی۔

اس نے چند منٹ بعد بڑی قوت سے ریسور کو کریڈل پہ پٹخ دیا ——— نہ جانے یہ لڑکی کہاں مر گئی ہے۔

وہ زیرِ لب بڑبڑایا اور پھر ایک خیال کے تحت چونک پڑا۔

پرنس آفندی نے مستقلاً ایک فلیٹ دارالحکومت میں خرید رکھا تھا جہاں وہ اپنی گرل فرینڈ کے ساتھ دادِ عیش دیتا تھا ——— اغوا ہونے سے قبل اس نے کیتھ کو اپنے فلیٹ میں رہائش اختیار کرنے پر مجبور کر دیا تھا اور خود عمران کے ہاں آیا تھا ———

یہ کیتھ وہی لڑکی تھی جس کے فلیٹ میں عمران کو روزی کی لاش ملی تھی۔ عمران صبح سے شام تک بیسیوں مرتبہ پرنس کے فلیٹ فون کر چکا تھا۔ لیکن لڑکی نے کال ریسیو نہیں کی تھی۔

اس کا مطلب ہے کیتھ وہاں سے غائب ہے۔

حالانکہ عمران اور پرنس آفندی دونوں نے اسے فلیٹ میں وقتی طور پر روپوش کی سختی سے ہدایت کی تھی ———

پھر وہ کہاں گئی ——— ؟

عمران نے کسی خیال کے تحت چونک کر پھرتی سے کپڑے تبدیل کئے اور نیچے اتر آیا ———

چند لمحوں بعد اس کی ٹو سیٹر تیز رفتاری سے پرنس آفندی کے فلیٹ

کی طرف جا رہی تھی ـــــــ

پندرہ بیس منٹ میں وہ اس فلیٹ کے سامنے پہنچ گیا لیکن فلیٹ کے دروازے پر مضحکہ خیز قفل اس کا منہ چڑا رہا تھا۔

عمران نے آس پاس کے لوگوں سے لڑکی کے بارے میں دریافت کیا لیکن کوئی بھی خاطر خواہ جواب نہ دے سکا۔

مجبوراً وہ دوبارہ ٹو سیٹر میں آ بیٹھا۔

اور پھر اس نے گاڑی کا رُخ ٹپبری کے علاقے کی طرف موڑ کر رفتار تیز کر دی ـــــــ

بارش کی وجہ سے سڑکیں جل تھل ہو رہی تھیں۔

عمران کی ٹو سیٹر چھینٹے اڑاتی ہوئی ٹپبری کے علاقے کی طرف جا رہی تھی۔ اندھیرا ہو رہا تھا ـــــ بارش کی وجہ سے بجلی بھی فیل ہو گئی تھی۔

اس لئے سڑک کے کنارے کھڑے ہوئے پول بھی تاریکی میں ڈوبے ہوئے تھے ـــــــ

عمران کی ٹو سیٹر ٹپبری کے علاقے میں پہنچی تو اسے صبح کے مقابلے میں خاصی رونق دکھائی دی۔

وہ ایک نائٹ کلب تھے جو اپنی گوناگوں خصوصیات کی وجہ سے پورے دارالحکومت میں مشہور تھے ـــــ ان میں گیس کی بتیاں روشن

تھیں ـــــ گویا اس علاقے کی مصروفیات میں بجلی کے غائب ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑا تھا ـــــ ٹپبری کا چوک بھی خاصہ آباد تھا۔

فاحشہ عورتیں فٹ پاتھ پر چھتریاں لئے گھوم رہی تھیں۔ اور ان کے چاہنے والے اِدھر سے اُدھر خوب سے خوب تر کی تلاش میں سرگرداں تھے

عمران ٹو سیٹر کو چوک سے گھما کر اس گلی کی طرف لیتا چلا گیا۔ جہاں کیتھ کا مکان تھا ـــــ!

گلی کی نکڑ پہ گاڑی کو روک کر وہ نیچے اتر آیا۔

گاڑی کے رُکتے ہی ایک بڑھیا تیز رفتاری سے اس کے قریب آئی

کس کی تلاش ہے؟

جج ـــــ جی ـــــ مم ـــــ میری ہونے والی خالہ یہاں رہتی ہے۔

اوہ ـــــ اگر چاہو تو میں چند حسین نگینے تمہیں دکھاؤں۔

ڈیڈی انگوٹھیاں پہننے سے منع کرتے ہیں

کوئی بات نہیں ـــــ ایک آدھ پہن کر دیکھ ڈالو ـــــ آؤ

نہیں اے اسی پچاسی سال کے نگینے ـــــ مجھے معاف رکھو۔

تو پھر کسی جامع مسجد کا رخ کیا ہوتا ـــــ بڑھیا نے بُرا سا منہ بنایا

اچھا تو جلدی سے اٹھا لاؤ اپنا جا نماز۔

ذلیل کہیں کا ـــــــ

بڑھیا بڑبڑاتی ہوئی جلدی سے واپس مڑ گئی۔

واہ ری شرافت کی پڑیا...... تمہاری شرافت کو تو کوئی پولیس والا ہی چیلنج کر سکتا ہے ـــــ عمران نے احمقانہ انداز میں دیدے گھمائے اور آگے بڑھ گیا۔

آؤ ـــــ !

ایک آواز سن کر عمران نے دائیں طرف دیکھا۔

یہ ایک جوان العمر عورت تھی جس کے کھلے بال اس کے سینے پر پڑے ہوئے تھے اس نے اپنی بائیں ران کھول کر نمائش کے لئے پیش کر دی۔

مجھے صرف انڈے دینے والی عورتیں پسند ہیں۔

عمران نے جواب دیا۔

انڈے تو نہیں دے سکیں البتہ گلے سمجھ کر ہی آجاؤ۔

نہیں محترمہ ـــــ ڈیری فارم زندہ باد ـــــ صحت بھی اچھی رہتی ہے۔ وہ تیزی سے آگے بڑھ گیا مبادا کوئی اور راستے میں ٹپک پڑے ـــــــــــــ

عمران گلی میں داخل ہوا۔

دو عورتیں سامنے سے آ رہی تھیں۔

اس نے رفتار دھیمی کر لی اور ٹہلنے کے انداز میں آگے بڑھنے لگا۔

جیسے ہی وہ کیتھ والے مکان کے دروازے کے سامنے رکا اس کی نگاہ دروازے کی کنڈی پر پڑی ـــــــــــــ

دروازہ کھلا ہوا تھا۔

عمران نے کھوپڑی کا عقبی حصّہ ٹٹولا اور دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ صحن میں اندھیرا تھا ـــــ بالائی منزل بھی اندھیری ہی تھی ـــــ عمران سمجھ گیا کہ کوئی لاش کی تلاش میں وہاں آیا تھا، لیکن سوچنے کی بات یہ تھی کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوا یا نہیں۔

اور کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ اب بھی مکان میں موجود ہو۔

اس خیال کے آتے ہی عمران کے بغلی ہولسٹر سے ریوالور نکل کر اس کے ہاتھ میں آگیا ـــــــــــــ

وہ بھوسے کے ڈھیر کی طرف بڑھا۔

اندھیرا ہونے کی وجہ سے اس کا پاؤں صحن میں پڑے ہوئے ایک ٹین کے ڈبے پر پڑا اور دوسرے ہی لمحے کھٹاک کی آواز سے ڈبہ ڈھلکنیاں کھاتا ہوا پختہ فرش پر آگے بڑھ گیا۔

عمران ایک لمحے کے لئے وہیں ساکت کھڑا رہ گیا۔

آہٹ لینے کے بعد وہ دوبارہ آگے بڑھا۔

اس مرتبہ وہ بڑے محتاط قدموں سے آگے بڑھ رہا تھا۔

کمرے میں پڑے ہوئے بھوسے کے ڈھیر کے قریب پہنچ کر وہ لمحہ بھر کے لئے رکا اور پھر گھٹنوں کے بل فرش پر جھک گیا۔

بھوسہ ہٹانے سے سرسراہٹ سی ہوئی۔

عمران نے ٹٹول کر دیکھا —— لاش وہیں موجود تھی۔

اس کے ہونٹوں پر ایک دلفریب مسکراہٹ دوڑ گئی۔

ٹھک .... ٹھک .... ٹھک ٹھک ....

اچانک اس کے آگے پیچھے چلتے ہوئے شرارے برسنے لگے

دوسرے ہی لمحے عمران نے پھرتی سے روزی کی لاش کو بھوسے سے کھینچ کر اپنے اوپر ڈال لیا۔

بالائی منزل سے کوئی بے آواز ریوالور سے اس پر گولیاں برسا رہا تھا۔ لاش کی آڑ لے کر اس نے بائیں جیب سے سائیلنسر نکال کر ریوالور کی نال پر فٹ کیا۔ اور خاموشی سے اپنی جگہ پڑا رہا۔

ٹھک ...... ٹھک ......

دو فائر اور ہوئے ——

عمران کے دائیں بائیں دو گولیاں بھوسے میں پیوست ہو گئیں۔

آہ —— عمران زور سے کراہا اور فوراً ہی روزی کی لاش کو اوپر ڈالے ہوئے کروٹ بدل کر جگہ چھوڑ دی۔

ٹھک —— ایک اور فائر ہوا۔

اس مرتبہ عمران خاموش رہا۔

بالائی منزل کی سیڑھیوں پر ایک سایہ سا لہرایا۔

اگلے ہی لمحے وہ روشنی میں نہا گیا —— بالائی منزل پر کھڑے ہونے حملہ آور نے اُسے مُردہ سمجھ کر ٹارچ روشن کر لی تھی۔

ٹھک —— عمران کے ریوالور سے ایک شعلہ نکلا اور چٹاخ کی آواز سے ٹارچ کا شیشہ چکنا چور ہو گیا۔

ٹارچ حملہ آور کے ہاتھ سے گر گئی اور دوبارہ اندھیرا چھا گیا۔

ساتھ ہی کسی کے کراہنے کی آواز سنائی دی —— پھر کوئی کودا اور اس کے ساتھ ہی کھُسر پھُسر کی آواز سنائی دی۔

عمران نے ایک فائر اور کر دیا ——

اس مرتبہ شاید کوئی گولی نشانے پر بیٹھی تھی۔

بالائی منزل پر کوئی چیخا اور پھر دھپ سے ایک چیز بالائی منزل سے صحن کے فرش پر گر گئی ——

عمران نے روزی کی لاش ایک طرف ڈال دی اور اندازے سے چھلانگ لگائی وہ صحن کے عین درمیان میں جا کر گرا۔

ٹٹول کر اس نے ادھر ادھر کچھ محسوس کرنے کی کوشش کی اس

کے ہاتھ کسی کے جسم سے ٹکرائے ۔

عمران نے ریوالور کی نال اس جسم سے لگا دی ۔

خاموشی سے پڑے رہو ورنہ جان سے ماردوں گا۔

عمران کی سرگوشی بڑی بھیانک تھی ۔

جواب ندارد ـــــــ

عمران نے اس جسم کو ہلا جلا کر دیکھا اور ایک طویل سانس اس کے حلق سے نکل گئی ـــــ وہ جو کوئی بھی تھا ـــ مر چکا تھا ۔

عمران نے ٹٹول کر دیکھا مردہ آدمی کے سینے پر ایک گول سوراخ تھا جس پر ہاتھ لگانے کی وجہ سے عمران کے ہاتھ کسی چپچپے مادے سے لتھڑ گئے ـــ !

اس نے اچھی طرح سے اطمینان کر لیا کہ حملہ آور مر چکا ہے ۔

لیکن اوپر کوئی اور بھی موجود تھا ۔

کون ہو سکتا ہے ـــــ

عمران نے سوچا ـــــ

کیا اس حملہ آور کا کوئی اور ساتھی ـــ ؟

اگر بالائی منزل پر اس کا کوئی اور ساتھی موجود ہے تو ...

وہ غیر مسلح نہیں ہوگا ـــ عمران یہ سوچ کر فرش پر بے آواز

لڑھکنیاں کھاتا ہوا سیڑھیوں کے قریب جا پہنچا ۔

رک کر آہٹ لی ـــــ

بالائی منزل مکمل تاریکی اور خاموشی میں ڈوبی ہوئی تھی ۔

سیڑھیوں کے قریب رک کر عمران نے اچھی طرح سے اطمینان کر لیا کہ اوپر جو کوئی بھی ہے وہ اس کی پوزیشن سے ناواقف ہے ۔

ورنہ اب تک تو عمران صاحب بھک سے اڑ گئے ہوتے ۔

اچانک عمران کا پاؤں کسی چیز سے ٹکرایا ۔

اس نے جلدی سے جھک کر ٹٹولا ـــــ

یہ ایک سائیلنسر لگا ہوا ریوالور تھا ـــ جو غالباً حملہ آور کے ہاتھ سے گر گیا تھا ـــــ

عمران نے ریوالور اٹھا لیا ۔

چیمبر چیک کیا ـــ اندھیرے میں ٹٹول کر اسے معلوم ہو گیا کہ ریوالور میں ابھی تین گولیاں موجود ہیں ۔

گویا حملہ آور نے اس پر فائرنگ کرنے کے بعد اسے دوبارہ لوڈ کر لیا تھا ـــ !

سیڑھیوں کی اوٹ میں دبکے ہوئے عمران کو پانچ منٹ سے زیادہ وقت گزر گیا تو اس نے اوپر جانے کا تہیہ کر لیا۔

جھکے جھکے وہ سیڑھیوں کے پچھلے حصے میں چلا گیا۔
ابھی اس نے چند زینے ہی طے کئے تھے کہ اسے بالائی منزل پر کچھ گڑبڑ محسوس ہوئی ——— وہ سانس روک کر دبک گیا۔
اور پھر کوئی تیزی سے سیڑھیاں اترنے لگا۔
کھٹ ——— کھٹ ——— کھٹ کھٹ ———
اور اس کے بعد سیڑھیاں اترنے والے کا پاؤں پھسل گیا۔
کوئی دھڑام سے عمران پر آ رہا۔
عمران نے دونوں ہاتھوں سے اسے روک کر خود کو بمشکل گرنے سے بچایا اور ساتھ ہی دونوں ریوالوروں کی نالیں گرنے والے کی پیٹھ سے لگا دیں ———
خاموشی سے پڑے رہو۔
کک ——— کون ہو تم ——— ایک نسوانی سرگوشی سنائی دی اور عمران کے ذہن میں آندھیاں چلنے لگیں۔
یہ کیتھ تھی ———
کون ہو تم ——— ؟ کیتھ نے دوبارہ سرگوشی کی۔
نکاح کے بعد تم مجھے اپنا شوہر سمجھ سکتی ہو۔
اوہ ——— عمران صاحب آپ۔

خاموش ——— شوہروں کا نام لینے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔
اچھا ہوا آپ آ گئے ———
کیتھ نے دوبارہ سرگوشی کی۔
اوپر اور کون ہے ——— ؟
کوئی نہیں ——— میں تنہا تھی۔
اور تنہائی کو دور کرنے کے لئے تم نے ایک مسلح آدمی بلا لیا تھا۔
عمران کا لہجہ حد درجہ زہریلا تھا ———
نہیں ——— خدا کے لئے مجھے غلط نہ سمجھو۔
چلو اوپر چل کر تمہیں اچھی طرح سمجھاتا ہوں۔
عمران نے ریوالور پر دباؤ ڈالا اور کیتھ کو اوپر چلنے کا حکم دیا، لیکن کیتھ نے اپنی جگہ سے حرکت نہیں کی ———
چلو ——— عمران غرایا ———
یہ ریوالور تو ہٹا لو ——— مجھے چبھنے والی چیزوں سے سخت نفرت ہے ———
حالانکہ تم ایک عورت ہو ——— عمران نے ریوالور پر مزید دباؤ ڈال کر کہا ———
اچھا ——— کیتھ نے ایک سرد آہ بھری۔

جلدی چلو اوپر ـــــ اور یاد رکھو اگر کوئی اُوپر ہوا اور اس نے فائر کئے تو کچھ گولیاں سامنے سے اور دو گولیاں میں تمہاری پیٹھ میں اتار دوں گا ـــــ

یقین مانو ـــــ اوپر کوئی نہیں ہے۔

اوپر جا کر ہی یقین کروں گا ـــــ کنفیوشش نے کہا۔ ذرا ٹھہر جا یار دا نظارہ لین دے ـــــ یعنی بغیر دیکھے مت یقین کرو۔

کیتھ نے کوئی جواب نہیں دیا اور خاموشی سے سیڑھیاں چڑھنے لگی ـــــ بالائی کمرے میں آ کر عمران نے پہلے تو اچھی طرح آہٹ لے کر اطمینان کر لیا کہ کمرے میں کوئی نہیں ہے۔ پھر اس نے لائیٹر جلا کر ایک موم بتی روشن کر لی۔

یہ موم بتی میز پر پڑی ہوئی تھی اور صرف چند منٹ تک مزید کارآمد ہو سکتی تھی ـــــ

ہاں اب شروع ہو جاؤ۔

تم کیا معلوم کرنا چاہتے ہو ـــــ کہیں مجھ پر تو شک نہیں کر رہے۔

تم جیسی قابلِ رشک عورت پر شک ـــــ توبہ توبہ۔

عمران اپنا منہ پیٹنے لگا ـــــ

آخر تم یہاں وقت کیوں ضائع کر رہے ہو ـــــ کیتھ نے جلا کر کہا۔

تو گویا تمہارا ہر گاہک یہاں وقت ضائع کرنے آتا ہے۔

اوہ ـــ تم ـــ شرارتی مسخرے ہو ـــــ

کیتھ بڑے دل آویز انداز میں مسکرائی۔

مر گئے ـــــ عمران کراہا اور اس کے بعد تو وہ یوں کانپنے لگا جیسے تپ لرزاں کا عارضہ لاحق ہو گیا ہو۔

کیتھ نے بڑی پھرتی سے اپنا سینہ ننگا کر لیا تھا۔

عمران نے آنکھیں بند کر لیں ـــــ

بس ـــ بند کرو ـــ خدا کے لئے بند کرو اس ڈیری فارم کو.... وہ آنکھیں بند کئے لرزتے ہوئے بولا۔

کیتھ نے لمحہ بھر کے لئے اُلجھی ہوئی نگاہوں سے اُسے دیکھا اور پھر چونکہ عمران کی آنکھیں بند تھیں اس لئے اس نے پھرتی سے اس کے ریوالور والے ہاتھ پر ہاتھ مارا ـــــ

ریوالور عمران کے ہاتھ سے گر گیا۔

کیتھ نے اُسے جلدی سے جھپٹ لیا اور عمران کو کور کر لیا۔

اب تم اپنا دوسرا ریوالور فرش پر ڈال دو۔

جو مزاج یار میں آئے ـــــ عمران نے تان اُڑاتی اور ریوالور فرش پر پھینک دیا ـــــ !

اب دونوں ہاتھ پیچھے کرکے دیوار کی طرف منہ کر لو۔
اتنی ہی شرم آتی ہے تو اپنا سینہ کیوں نہیں ڈھانپ لیتیں۔
بکواس بند کرو ورنہ گولی مار دوں گی۔
اچھا عمران نے مضحکہ خیز انداز میں کہا اور کیتھ کی طرف بڑھا لیکن
دوسرے ہی لمحے اُسے سنگ آرٹ کا مظاہرہ کرنا پڑا۔
کیتھ نے خلافِ توقع بڑی فیاضی سے ٹرائیگر دبا دیا تھا۔
عمران کو گولی سے محفوظ دیکھ کر کیتھ نے حیرانگی سے پلکیں جھپکائیں
اور پھر یکے بعد دیگرے دو اور فائر کر دیئے۔
بھک ——— بھک ——— کی آوازیں سنائی دیں۔
عمران نے پھرتی سے دونوں طرف پینترا بدل کر خود کو بچا لیا تھا۔
اس نے کمرے کے گوشے میں رک کر کیتھ کی طرف دیکھا۔
اس کے ہاتھ میں حملہ آور والا ریوالور تھا۔
بس اب اس بانجھ ریوالور کو پھینک کر میرے حوالے کر دو۔
کیا ——— ؟
کیتھ نے چونک کر ریوالور کی طرف دیکھا اور پھر اس نے ٹرائیگر
دبا دیا۔ لیکن ٹرچ کی آواز کے علاوہ کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا
اس نے خالی ریوالور عمران پر کھینچ مارا۔

ریوالور واپس کرنے کا شکریہ ——— عمران نے ریوالور کو کھینچ
کر کے اپنی جیب میں ڈال لیا ——— میرے پاس اب چودہ ریوالور رہ گئے
ہیں ——— میرے قریب مت آنا ———
ہاں اس وقت تک تو مشکل ہے جب تک یہ دودھ کی چھاگلیں
لٹک رہی ہیں۔ عمران نے اس کے کھلے ہوئے سینہ کی طرف اشارہ کیا،
اور پھر اس کے چہرے پر حیرت انگیز طریقے سے عود کر آئی۔
حماقتوں کا دُور دُور تک پتہ نہیں تھا۔
چلو کپڑے درست کرکے نیچے اُتر چلو ——— عمران غرّایا۔
کیتھ سر سے پاؤں تک کانپ گئی۔
عمران کی آواز میں کچھ ایسی ہی درندگی پنہاں تھی۔
اس نے بلا تامل اپنا کھلا ہوا گریبان ڈھانپ کر بٹن لگالئے اور
عمران کی طرف دیکھنے لگی ———
اب تم خاموشی سے نیچے اتر چلو اور گلی کی نکڑ پر کھڑی ہوئی ٹوسیٹر
کی ڈرائیونگ سیٹ پر جا بیٹھو ———
لیکن میں گاڑی چلانا نہیں جانتی۔
ریوالور چلانے والی لڑکیاں اگر کار نہ چلا سکیں تو علی عمران ایم
ایس سی خودکشی ——— خودکشی کرنے کے لئے تیار ہے۔

اچھا — چلو۔

کیتھ نے کندھے جھٹک کر کہا اور واپسی کے لئے مڑی۔

خیال رہے — میرا ریوالور میری طرح رحمدل نہیں ہے۔

عمران نے اسے ایک مرتبہ پھر تنبیہہ کی اور اس کے تعاقب میں کمرے سے باہر نکل آیا — کیتھ سیڑھیاں اتر رہی تھی۔

عمران احتیاط سے اس کے پیچھے ہی سیڑھیاں اُترتا ہوا صحن میں آیا اور پھر دروازے سے باہر۔

بارش رک چکی تھی اور گلی میں خاصی رونق تھی۔

کیتھ نے کوئی ہوشیاری دکھلانے کی کوشش نہیں کی اور سیدھی ٹوسیٹر کی طرف بڑھ گئی۔

چند لمحوں بعد وہ کار ڈرائیو کر رہی تھی اور عمران اس کے پہلو میں بیٹھا کسی فرزند ارجمند کی طرح فرمانبردار دکھائی دے رہا تھا۔

ٹوسیٹر تیزی سے پھسلتی ہوئی شہر کی طرف جارہی تھی۔

بس یہیں روک دو گاڑی :

عمران نے ایک ویران سی سڑک پر پہنچتے ہی کیتھ سے کہا۔

کیتھ نے گاڑی روک دی۔

اگر میں تمہیں چھوڑ دوں تو کہاں جاؤ گی ؟

اپنے مکان میں اور کہاں ؟

اور اگر وہاں پولیس نے سوال کر دیا کہ تم بچوں کی بجائے اتنی عمر کی لاشیں کیوں جنتی ہو تو پھر — ؟

کیتھ نے بُرا سامنہ بنا کر کھڑکی سے باہر دیکھنا شروع کر دیا۔

ویسے وہ حیران تھی کہ یکایک عمران اُسے چھوڑ دینے پر کیسے

تُل گیا ہے ـــــــــ

اچھا جاؤ ـــــ اور ہاں میری یہ نشانی ہمیشہ پاس رکھنا

عمران نے یہ کہہ کر جیب سے ایک چھوٹی سی شیشی نکالی۔ بڑی ہی خوبصورت شیشی تھی اوپر کسی سینٹ کا لیبل لگا ہوا تھا۔

میں اس شہر کی ہر لڑکی کو یہ تحفہ دینا اپنا فرض خیال کرتا ہوں

کیا ہے یہ ـــــ؟

کیتھ نے حیرت سے عمران کا جائزہ لیا۔

سونگھ کر دیکھ لو ـــــ

کیتھ نے شیشی کا ڈھکنا کھولا اور پھر شیشی ناک کے بائیں نتھنے سے لگا کر مسکرائی ـــــ

بڑی ـــ پیاری ـــ خو...... ش......

وہ اپنا جملہ مکمل کئے بغیر ہی بے ہوش ہو کر رہ گئی۔

عمران نے پھرتی سے اُسے دوسری سیٹ پر منتقل کر دیا۔ اور خود ڈرائیونگ سیٹ پر آ گیا۔ گاڑی اسٹارٹ کی اور تیزی سے آگے بڑھ گیا ـــــ

چند سڑکوں پر گھوم پھر کر اس نے یقین کر لیا کہ اس کا تعاقب نہیں ہو رہا ہے تو اس نے گاڑی کا رُخ دانش منزل کیطرف موڑ دیا

دس منٹ بعد وہ دانش منزل پہنچ گیا ـــ آٹومیٹک دروازے کو کھول کر وہ ٹو سیٹر پورچ میں لیتا چلا گیا۔

بلیک زیرو ان دنوں رانا پیلس میں مقیم تھا ـــ ظاہر ہے جن دنوں کوئی کیس نہ ہو بلاوجہ ہیڈ کوارٹر کی خشک زندگی کیوں بسر کی جائے ـــ عمران نے کیتھ کا بے ہوش جسم بانہوں میں اٹھا لیا

دانش منزل کے ساؤنڈ پروف کمرے میں کیتھ کو ڈال کر وہ تیزی سے باہر نکل آیا ـــــ

اب وہ اس کمرے کی طرف جا رہا تھا جہاں ایکسٹو کا فون تھا۔

اور یہ بات عمران نے ساؤنڈ پروف کمرے میں گھستے ہی دیکھ لی تھی کہ کسی کی کال آئی ہے۔

رنگین بلب بار بار جل کر بجھ رہا تھا۔

اس نے جلدی سے رسیور اٹھا کر کان سے لگایا۔

ایکس ٹو ـــــ

عمران نے ایکسٹو کی مخصوص بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

میں صفدر بول رہا ہوں جناب ـــــ

اس وقت ـــ کیا بات ہے کیا تمہیں بے خوابی کی شکایت ہو گئی ہے۔ عمران کا لہجہ حد درجہ جھلایا ہوا تھا۔

میں ایک انتہائی اہم رپورٹ دینا چاہتا ہوں جناب ——— اور اب تک میں بار بار آپ کو رنگ کر چکا ہوں ۔

اوہ ——— میں باہر گیا ہوا تھا ——— کیا بات ہے ۔

جواباً صفدر نے بڑی تفصیل سے پرنس آفندی کے اغوا اور اس کی رہائی کی داستان اسے سنا دی ۔

عمران بغور اس کی رپورٹ سنتا رہا۔

اس کی آنکھیں حیرت انگیز حد تک چمکنے لگیں ۔

ویری گڈ صفدر ——— تم نے میری ایک مشکل حل کر دی ۔

تھینک یو مسٹر ——— صفدر کے لہجے میں خوشی کا عنصر تھا۔

پرنس اس وقت کہاں ہے ؟

عمران کے فلیٹ میں جناب !

اور وہ لڑکی ؟

وہ راستے میں ہی اتر گئی تھی جناب ——— پرنس اسے اچھی طرح سے جانتا ہے ———

لڑکی کا نام ——— ؟

یہ معلوم نہیں ہو سکا جناب ۔

حلیہ بتاؤ ——— ؟

صفدر نے جواباً جو حلیہ بتایا تو عمران کے حلق سے ایک طویل سانس خارج ہو گئی ——— حلیہ سو فیصد کیتھ ہی کا تھا ۔

ہوں ——— او ۔ کے اب تم آرام کرو

او ۔ کے سر ۔

صفدر نے یہ کہہ کر رسیور رکھ دیا ——— عمران نے رسیور رکھنے کی آواز سنی اور رسیور پکڑے کچھ سوچتا رہا ——— پھر اس نے اپنے فلیٹ کے نمبر ڈائیل کرنے شروع کر دیئے ——— !

چند لمحوں بعد دوسری طرف سے کسی نے رسیور اٹھایا ۔

کون ہے اس وقت ——— ؟

گرداسپور پلٹ ———

اوہ ——— عمران ——— تم کہاں ہو ——— جلدی آؤ ۔

کیا بات ہے پیارے کیا کوئی لڑکی فرائی کر کے کھا گئے ہو ۔

میں واپس آگیا ہوں ۔ پرنس کی بوکھلائی ہوئی آواز سنائی دی ——— !

اچھا ——— عمران نے حیرت سے کہا ۔

یار جلدی سے آجاؤ ———

پہلے تم سناؤ کیا ہو گزرا ہے تمہارے ساتھ ۔

کچھ مت پوچھو یار ـــــ اس مرتبہ تو ذلیل ہوتے ہوتے رہ گئے ـــ !

کنفیوشش کا ایک شعر سنو ـــ عمران نے سنجیدگی سے کہا۔

چھوڑو شعر پر لعنت بھیجو۔

پیارے سنو تو سہی ـــــ

اچھا سناؤ ـــ پرنس کے لہجے سے پتہ چلتا تھا کہ وہ بمشکل اس شعر کو برداشت کر سکے گا۔ لیکن عمران کی کونسی کل سیدھی تھی ـــ اس نے ترنم سے شعر سنایا۔

یہی تھی قسمت کہ ذلیل و خوار ہوتے
اگر اور جیتے رہتے تو بار بار ہوتے

کیوں پیارے کیسا رہا ـــ ؟

مت بور کرو یار ـــــ

پرنس نے جھلا کر دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر لیا۔

عمران نے اطمینان سے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا اور مسکرانے لگا۔ اس نے محض یہ معلوم کرنے کے لئے ہی فون کیا تھا کہ پرنس فلیٹ میں موجود ہے یا دوبارہ اغوا ہو گیا ہے۔

کیتھ ہوش میں آ چکی تھی۔

عمران اُسے دیکھ کر مسکرایا۔

کیتھ شاید ابھی ابھی ہوش میں آئی تھی۔ وہ بوکھلائی ہوئی نگاہوں سے چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔ انداز ایسا تھا جیسے خلاف توقع خود کو غیر جگہ پاکر خوفزدہ ہو۔

میں یہاں کیسے آگئی ؟

سلیمانی خوشبو کا کمال ـــ !

عمران نے دونوں ہاتھ پھیلا کر کندھے جھٹک دیئے۔

میں پوچھتی ہوں تم نے مجھے کیوں قید کر رکھا ہے۔

چند سوالات کا جواب چاہیئے ـــ !

میں کچھ نہیں جانتی ـــ مجھے جانے دو۔

سنو کیتھ ـــ اگرچہ میں بالغ ہو گیا ہوں پھر بھی میرے ہاتھوں کو ابھی عورتوں اور مردوں کی تمیز نہیں ہے ـــ یہ سب یکساں عمل کرتے ہیں اگر تم نے کچھ سودمند معلومات بہم پہنچائیں تو تمہاری حفاظت کا ذمہ لے لوں گا۔ ورنہ تمہیں مرنا تو ہے ـــ

کک ـــ کیا ـــ مطلب ـــ ؟

مطلب یہ کہ اگر تم واپس گئیں تو تمہیں موت کے گھاٹ اتار دیں گے اور اگر تم میرے لئے بیکار ثابت ہوئیں تو میرے پاس تمہارے

سائیز کا مرتبان بھی نہیں ہے کہ اچار ہی ڈال لوں گا۔

وہ ــــ وہ مجھے جان سے مار دیں گے۔

اس کی تو بات میں کر رہا ہوں۔

تم کس کے لئے کام کرتی ہو ؟

وہ جو کوئی بھی ہے کبھی سامنے نہیں آتا۔

پھر ــــ ؟

دراصل یہ ایک تنظیم ہے جس کی بہت سی شاخیں ہیں سات کے بارے میں تو میں جانتی ہوں اور بھی نہ جانے کتنی ہیں

تم کس شاخ کی مولی ہو ــــ ہم ــ میرا مطلب ہے تمہاری کتنی شاخیں ہیں ــــ عمران نے بوکھلا کر دوبارہ بھی اُلٹ ہی بولدیا۔

میں شاخ نمبر دو سے متعلق ہوں۔ اس شاخ کے ذمے بڑے آدمیوں کو پھانسنے کے لئے راستہ ہموار کرنا ہے۔

اوہ ــــ تو گویا ردلر کا کام دیتی ہو۔

عمران سے نہ رہا گیا ــــــــ

پھر وہ یکدم سنجیدہ ہوگیا ــ اس کی متحرک پتلیاں ساکت ہو ہوکر کیتھ کی نگاہوں میں گڑ گئیں ــــــ

اب تک جتنی باتیں بتا چکی ہو ان میں حقیقت کتنی ہیں ؟

تم میری جان بخشی کا وعدہ کرو تو میں ہر راز تمہیں بتا سکتی ہوں

آ ــــ آ ــــ آہ ــــ ہ ــــ ہ ــ

اچانک کیتھ کراہ کر لمبی لیٹ گئی۔

اور تڑپنے لگی ــــــــ

عمران نے بوکھلا کر سر ٹٹولا اور دور کھڑا کیتھ کو دیکھتا رہا۔

اس کی دانست میں کیتھ نخرے بازی پر اتر آئی تھی۔

لیکن دوسرے ہی لمحے وہ بُری طرح چونک پڑا۔

کیتھ کا پورا جسم نیلا پڑتا جا رہا تھا۔

عمران نے حیرت سے اس کا جائزہ لیا ــ زہر خورانی کے اثرات تو کیتھ کے چہرے سے ہی ظاہر تھے لیکن عمران نے تو اُسے ہاتھ تک ہلاتے نہیں دیکھا تھا ــــــ

آہ ــــ اس نے ــــ مجھے زہریلا انجکشن دیا تھا ــــ تم نے اسے گولی مار دی ــــ آہ ــــ مر ــــ مرگئی ــ مر.....

اور اس کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی۔

عمران تیزی سے حالات کا جائزہ لینے لگا ــ اور پھر کیتھ کے بیان کے مطابق یہ انجکشن دو گھنٹے قبل دیا گیا تھا ــ تو گویا اس حملہ آور کو اپنی اور کیتھ کی موت کا یقین ہوگیا تھا۔

عمران حیران تھا کہ حالات کا اونٹ آخر کس کروٹ بیٹھنا چاہتا ہے ـــــ روزی کا قتل ـــــ پرنس کا اغوا ـــــ اس کی رہائی پھر خود کیتھی کا بھی صفایا ـــــ

آخر یہ سب کیا گورکھ دھندہ ہے۔

وہ سوچتا اور اُلجھتا رہا ـــــ

اچانک ایک [illegible] بری طرح چونک پڑا.... وہ تیزی سے فون والے کمرے کی طرف بھاگا۔

اب وہ دل ہی دل میں دعا مانگ رہا تھا۔ کہ کہیں اُسے دیر نہ ہو گئی ہو ـــــ

فون پر جلدی جلدی اپنے فلیٹ کے نمبر ڈائل کئے۔

یہ فلیٹ ہے یا کسی گھڑی کا کیس ہے ـــــ جب دیکھو شور ہو رہا ہے ـــــ دوسری طرف سے پرنس کی جھلاتی ہوئی آواز سنائی دی۔

عمران نے کچھ بولے بغیر ہی ریسیور رکھ دیا اور تیزی سے پورچ میں کھڑی ہوئی ٹو سیٹر میں بیٹھ کر گاڑی اسٹارٹ کر دی۔

گاڑی گیئر میں ڈال کر عمران تیزی سے باہر نکل آیا۔

دوسرے ہی لمحے اس کی ٹو سیٹر چھینٹے اُڑاتی ہوئی اپنے فلیٹ کی طرف جا رہی تھی ـــــ

عمران اس وقت اپنے فلیٹ پہنچا تو اس وقت صبح کے چار بج رہے تھے ـــــ پرنس اس وقت وسکی کی بوتل کھولے نہ جانے کن خیالوں میں کھویا ہوا تھا۔

سلیمان ایسی لمبی تان کر سو رہا تھا کہ سو مرتبہ پکارنے پر بھی اس کے کان پر جوں نہ رینگی ـــــ

مجبوراً عمران کو خود ہی کافی تیار کرنی پڑی۔

کافی کی پیالی لے کر وہ پرنس کے پاس آ بیٹھا۔ پرنس گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا ـــــ

مراقبہ بازی کا مقابلہ کرنا چاہو تو مجھے تمہارا چیلنج منظور ہے۔

عمران نے اُسے گھورا۔

آں ـــ ہوں ـــ

پرنس چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

مجھ سے کچھ کہا عمران ـــ

نہیں ـــ بلکہ اب تمہارے ڈیڈی کے نام ایک تار بھجوانے کی سوچ رہا ہوں لیکن مختصر نویسی کی عادت نہ ہونے کی وجہ سے مجبور ہوں ـــ

تفصیل سے لکھ دو۔

پرنس مسکرایا ـــ

میرے غصے پر مسکراہٹ کا بلاٹنگ رکھنے کی کوشش نہ کرو۔

عمران نے غرا کر منہ دوسری طرف پھیر لیا۔

اد ہو ـــ کیا بات ہے بہت اکھڑے اکھڑے سے دکھائی دے رہے ہو ـــ

ٹھونگ ڈالو پھر ـــ!

جاؤ اب بات نہیں کروں گا۔

عمران نے بھی خاموش رہنا ہی مناسب سمجھا ـــ وہ ہلکے ہلکے کافی کی چسکیاں لیتا رہا، وہ واقعات کی کڑیاں ملانے لگا۔

پرنس نے دو ایک بار اس کی طرف دیکھا لیکن اُسے متوجہ نہ پا کر وہ دوبارہ بوتل کی طرف متوجہ ہو گیا ـــ

جولیا کے کمرے میں پائی جانے والی لاش سے لے کر پرنس لنس آفندی کے اغوا اور رہائی تک کے تمام واقعات کی کڑیاں ملانے سے ایک ہی چیز سامنے آتی تھی اور وہ تھی۔

نائٹ ایکسپریس ـــ

اخبارات کے بارے میں صفدر نے اپنی رپورٹ میں بتا دیا تھا کہ وہ اصلیت کو مسخ کر کے بھوتوں کی ریل گاڑی کی افواہیں پھیلا رہے تھے ـــ

ان افواہوں کے پیچھے سوائے اس کے کیا راز پوشیدہ ہو سکتا تھا کہ کوئی شخص طلحہ آباد کے علاقے کو آسیب زدہ قرار دے کر کوئی مجرمانہ کاروائیاں کرنے میں مصروف ہے۔

بڑی سوچ بچار کے بعد عمران اٹھا اور مخفی فون پر صفدر کے نمبر ڈائیل کرنے لگا ـــ

چند لمحوں بعد صفدر کی نیند میں ڈوبی ہوئی آواز سنائی دی۔

ایکسٹو ـــ،

یس سر ـــ!

صفدر اس کی آواز سنتے ہی چاک و چوبند لہجے میں بولا۔

صبح دس بجے عمران کے فلیٹ پہنچ جانا ــــ تمہیں عمران کے ساتھ ایک مشن پر روانہ ہونا ہے ــــ دوسرے ممبروں کو مطلع کرنے کی ضرورت نہیں۔

جی بہت... بہتر...... میں ٹھیک وقت پر پہنچ جاؤں گا۔

عمران نے فون بند کر دیا اور گھڑی پر وقت دیکھا..... سردیوں کی صبح کے پانچ بج رہے تھے۔ وہ اس خیال کے لئے بیڈ روم کیطرف بڑھ گیا کہ دس بجے تک سو کر خود کو آئندہ مشن کے لئے مستعد کر لے لیکن جیسے ہی وہ بیڈ روم میں پہنچا اس کے کمرے کا فون چلا اٹھا ــــ

عمران ....

میں ڈاکٹر ٹامس بول رہا ہوں۔

کہیئے ڈاکٹر صاحب کیا بات ہے۔

براہِ کرم فوراً میرے ہاسپٹل آ جائیں۔

کوئی خاص بات ــــ

آپ آ جائیں ــــ یہیں بتا دوں گا۔

ڈاکٹر ٹامس نے یہ کہہ کر ریسور رکھدیا اور عمران سلسلہ

منقطع کر کے باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔

منہ ہاتھ دھونے کے بعد وہ پھر سے تر و تازہ ہو گیا۔

اب اس کے چہرے پر بے خوابی کا ہلکا سا بھی تاثر نہیں تھا۔

نہ ہی آنکھوں میں نیند کا خمار تھا۔

اس نے پرنس کے کمرے میں جھانکا۔

وہ اس وقت بھی وہسکی کے شغل میں مصروف تھا۔

احتیاط سے رہنا فرزند ــــ ممکن ہے آج یہ معاملہ تمام ہو جائے۔ اگر اس مرتبہ تم نے کوئی بے احتیاطی کی تو ناقابلِ برداشت نتائج بھی رونما ہو سکتے ہیں ــــ عمران نے پرنس کو سمجھاتے ہوئے کہا ــــ

لیکن یہ معاملہ ہے کیا ــــ میں تو یہی سوچ سوچ کر پاگل ہوا جا رہا ہوں ــــ پرنس کی الجھی ہوئی آواز سنائی دی۔

فی الحال پاگل ہونے کا ارادہ ملتوی کر دو۔ میں جا رہا ہوں۔

کہاں ــــ؟

عمران نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

گیراج سے فیاٹ نکال کر وہ تیزی سے ڈاکٹر ٹامس کے ہاسپٹل کی طرف چل دیا ــــ

حالانکہ ڈاکٹر ٹامس سیکرٹ سروس کے ڈاکٹر تھے تاہم ایکسٹو نے انہیں ایک پرائیویٹ ہاسپٹل کھولنے کی اجازت دے دی تھی۔ یہ ہاسپٹل دارالحکومت سے باہر واقع تھا۔

کبھی کبھار اس ہسپتال کو سرکاری مقاصد کے لئے بھی استعمال کیا جاتا تھا۔ اس لئے یہ بہت اہم ہسپتال تھا۔ جہاں جدید ترین آلاتِ جراحی ادویات اور دیگر تمام چیزیں موجود تھیں۔ جن کی ضرورت علاج معالجے میں اکثر محسوس ہوتی تھی۔

ڈاکٹر ٹامس کے ہسپتال پہنچنے میں عمران کو آدھ گھنٹہ صرف ہوگیا۔۔۔ ڈاکٹر اس کا منتظر تھا۔

جیسے ہی عمران کی کار گیٹ سے اندر داخل ہوئی وہ تیزی سے اس کے قریب آیا۔۔۔

میرے ساتھ آئیے۔۔۔ ڈاکٹر نے ایک کمرے کی طرف اشارہ کیا۔۔۔

عمران اس کے ساتھ اس کمرے میں پہنچا جدھر ڈاکٹر نے اشارہ کیا تھا۔۔۔ پھر وہ جیسے ہی اندر داخل ہوا۔۔۔ وہ ٹھٹھک کر رک گیا۔۔۔

سامنے بیڈ پر ایک غیر فطری سفید رنگت کا شخص لیٹا ہوا تھا۔

عمران تیزی سے اس کی طرف بڑھا۔

اس شخص کی حالت اگر بہت شکستہ تھی تاہم یہ ان لاشوں سے بہت بہتر حالت میں تھا۔ جنہیں دو ایک جگہ عمران پہلے بھی دیکھ چکا تھا۔۔۔

سنگِ مرمر کی طرح سفید مریض بے حس و حرکت پڑا تھا۔

آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی تھیں۔۔۔ گلے کی ہڈیوں پر سفید کھال میں جھریاں سلوٹیں پڑے ہوئے ریشمی رومال کیطرح دکھائی دے رہی تھی۔۔۔

سر کے بال۔۔۔ بھویں۔۔۔ بڑھا ہوا شیو۔۔۔ غرض جسم کا بال بال سفید تھا۔

عمران نے اس کے بالوں بھرے بازو کے ایک بال کو پکڑا۔ بال یوں اس کے ہاتھ میں آگیا۔ جیسے مکھن سے نکالا ہو۔

یہ کہاں سے حاصل ہوا ڈاکٹر؟

رات کے گیارہ بجے کے قریب یہ میرے آفس میں آگھسا تھا میں نے اسے دیکھا اور چونک پڑا کیونکہ اس کی حالت اس لاش جیسی تھی۔ جسے میں ایک مرتبہ جولیا کے فلیٹ میں دیکھ چکا ہوں۔

کیا اس نے اپنے بارے میں کچھ بتایا۔

نہیں ——— ہاں ایک نام ضرور لیا تھا۔ غالباً نائٹ ایکسپریس۔

اس کے بعد کیا ہوا ؟

یہ بے ہوش ہو کر گر گیا۔ اور اب تک بے ہوش ہے۔

اوہ ——— یہ کب تک ہوش میں آجائے گا۔

اپنی نوعیت کا یہ واحد آدمی ہے۔ عمران صاحب ——— میں اس کے بارے میں کوئی حتمی بات نہیں کہہ سکتا ——— میں نے رات گیارہ بجے سے اب تک آپ کو کتنی بار فون کیا لیکن آپ نہیں مل سکے

میں ایک کام میں مصروف تھا ——— اور کوئی خاص بات۔

صرف یہ کہ کوئی شخص اب تک کئی بار فون کر چکا ہے۔

کیا معلوم کرنا چاہتا تھا ——— کون تھا وہ ——— عمران نے بڑی بے تابی سے پوچھا۔

معلوم نہیں ——— عجب پُراسرار آدمی ہے۔ ہر مرتبہ صرف مریض کے ہوش میں آنے کا دریافت کرتا رہا ہے۔

ہوں ——— ڈاکٹر اسے ہوش میں لاؤ ——— چاہے جس طرح ممکن ہو۔ یہ بہت اہم ہے۔ ممکن ہے اس کے بعد کوئی ایسی حالت میں نہ ملے ———

میں اپنی سعی کر رہا ہوں۔ آپ بے فکر رہیں۔

اگر ممکن ہو تو ایک بستر مجھے بھی مہیا کر دیں۔

کیوں ——— ڈاکٹر ٹامس عمران کی طرف دیکھتے ہوئے حیرت سے دریافت کیا !

بہت دنوں سے صاحب فراش ہونے کا مزہ نہیں چکھا۔

آپ بعض اوقات بڑا عجیب مذاق کرتے ہیں۔

بہر طور ——— میں سونا چاہتا ہوں۔ جب تک مریض ہوش میں نہیں آجاتا مجھے آرام کر لینا چاہیئے۔

آیئے ——— ڈاکٹر نے ایک کمرے میں عمران کے لئے بستر لگا دیا ——— اس سے قبل کہ ڈاکٹر ٹامس عمران سے مزید کسی ضرورت کے بارے میں دریافت کرتا عمران خراٹے لینے لگا۔

ڈاکٹر نے حیرت سے عمران کا جائزہ لیا۔ اور پھر اس کے ہونٹوں کے گوشے مسکراہٹ سے پھڑپھڑا اُٹھے۔

دروازہ بند کر کے ڈاکٹر اپنے دفتر میں چلا گیا۔

چھنن ۔۔۔ پٹاخ ۔۔۔ !

کوئی چیز شیشے سے ٹکرائی اور شیشے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر فرش پر گر گیا۔

عمران بوکھلا کر بستر سے اٹھا۔

کھڑکی کے باہر ایک سایہ دکھائی دیا۔ عمران کو اٹھتے دیکھ کر سایہ پھرتی سے الگ ہو گیا۔

جہاں سے شیشہ ٹوٹا تھا۔ وہاں ایک بڑا سوراخ تھا۔ بس اسی سوراخ نے اُسے چونکنے پر مجبور کر دیا تھا۔

عمران نے پھرتی سے پورے کمرے کا جائزہ لیا۔ اور پھر لپک کر

مسہری کے قریب جا پہنچا ۔۔۔ جھک کر ایک گول سی انڈے جیسی چیز اُٹھالی۔ ۔۔۔

اگر اس سے ایک لمحے کی بھی تاخیر ہو جاتی تو شائد اس کے بھی چیتھڑے اُڑ گئے ہوتے۔

اس نے پوری قوت سے گولے کو کھڑکی کی طرف اچھال دیا۔

گولا کھڑکی کے ایک شیشے پر پڑا اور اُسے توڑتا ہوا دور جا گرا۔

پھر ایک کان پھاڑ دھماکہ ہوا۔

عمران ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر اس کمرے کی طرف بھاگا۔ جدھر ڈاکٹر ٹامس کا مریض تھا۔

ابھی وہ دروازے کے قریب ہی پہنچا تھا۔ کہ ڈاکٹر ٹامس اس سے آ ٹکرایا اور پھر عمران نے ڈاکٹر کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اُسے برآمدے سے باہر دھکیل دیا۔ ڈاکٹر لڑھکنیاں کھاتا ہوا باہر جا پڑا۔

اسی لمحے عمران نے بھی باہر چھلانگ لگا دی۔

اور پھر ....

ایک ایسا دھماکہ ہوا کہ دیواریں تک لرز اٹھیں ۔۔۔ مریض کے کمرے میں بہت سی چیزیں بھک سے اُڑ گئیں۔

اندر دھواں ہی دھواں بھرا ہوا تھا۔

ڈاکٹر نے ایک نظر عمران کی طرف اور اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا ——

میں آپ کا مشکور رہوں عمران صاحب ——

اوہ —— یہ کوئی ایسی بات نہیں ۔

نہیں عمران صاحب —— آپ کی بروقت حاضر دماغی نے مجھے بچالیا ورنہ شاید اب تک میرے چیتھڑے اڑ چکے ہوتے ۔

اور تو سب ٹھیک ہے لیکن مجھے اپنی حماقت پر افسوس ہو رہا ہے مجھے سونا نہیں چاہیئے تھا ——

جی ہاں ۔ نقصان تو کافی ہوا لیکن کیا کیا جائے ؟

یہ آدمی مجرموں کے خلاف ایک زبردست ثبوت تھا ڈاکٹر ۔

ہو چکا —— آؤ اندر چلیں ۔

نہیں ڈاکٹر —— آج شام تک اس کمرے کے نزدیک بھی مت جانا ——

کیوں —— !

میرا خیال ہے مجرموں نے اور بھی ایک دو بم اندر پھینک رکھے ہوں گے ۔ جو کسی بھی وقت پھٹ سکتے ہیں ۔

اوہ —— ڈاکٹر نے یہ کہہ کر پُر سوچ انداز میں سر کو حرکت دی

آپ کا خیال درست بھی ہو سکتا ہے ۔

اچھا مجھے اب اجازت دیں ۔ ——

رکو —— کچھ پیتے جاؤ ۔ چاہے چائے کا ہی ایک دور چلا لو ۔

نہیں ڈاکٹر اب پھر ملیں گے ——

عمران ہاتھ ہلاتا ہوا اپنی گاڑی کے قریب آیا ۔ اس نے گاڑی میں بیٹھنے سے قبل گاڑی کی اچھی طرح سے تلاشی لی ۔

وہ اس وقت حد درجہ محتاط تھا ۔ اور نہیں چاہتا تھا کہ مجرم اب مزید کسی کارروائی کے لئے آزاد پھرتا رہے ۔

اگر ہسپتال والا حادثہ نہ ہوا ہوتا تو شاید عمران آج کے مشن کو ملتوی کر دیتا ۔ لیکن اب جبکہ معاملہ ہی صاف ہو گیا تھا ۔ اس نے تاخیر کرنا مناسب خیال نہیں کیا ——

جس وقت وہ اپنے فلیٹ پہنچا تو ساڑھے دس بج رہے تھے ۔ صفدر اس کا انتظار کر رہا تھا ——

عمران نے مزید وقت ضائع کیے بغیر صفدر کو ڈرائنگ روم میں طلب کیا اور اس کے چہرے پر میک اپ کرنے لگا ۔

پرنس اس وقت پڑا آرام سے خراٹے لے رہا تھا ۔

عمران نے صفدر کا میک اپ کرنے کے بعد اپنے چہرے پر بھی

میک اپ کر لیا۔ ان کاموں سے فارغ ہو کر اس نے رانا پیلس فون کر کے جوزف کو ہدایت کر دی کہ وہ اس کی غیر موجودگی میں پرنس کی حفاظت کرے ـــــــ

جوزف نے بلا تاخیر آنے کا کہہ کر سلسلۂ گفتگو منقطع کر دیا۔

سلیمان کو سنجیدہ رہنے اور جوزف سے جھگڑا نہ کرنے کا کہہ کر وہ صفدر کے ساتھ عقبی دروازے سے نیچے اتر آیا۔

اس وقت وہ دونوں غیر ملکیوں کے میک اپ میں تھے۔

عمران کو انتہائی سنجیدہ دیکھ کر صفدر نے بھی اُسے چھیڑنا مناسب خیال نہیں کیا اور خاموشی سے اس کے ساتھ چلتا رہا۔

عمران نے ہاتھ دے کر ایک گزرتی ہوئی ٹیکسی کو روکا اور صفدر کو بیٹھنے کا اشارہ کر کے اس کے پہلو میں ہی جم گیا۔

اِدھر اُدھر کے گھماؤ پھراؤ کے بعد عمران نے ٹیکسی ڈرائیور کو دانش منزل والی سڑک کی طرف چلنے کا کہا اور گہری سوچ میں ڈوب گیا ـــــــ

دانش منزل سے کافی فاصلے پر اس نے ٹیکسی چھوڑ دی اور محتاط نگاہوں سے آگے پیچھے کا جائزہ لیتا ہوا صفدر کے ساتھ دانش منزل پہنچ گیا۔

عمران نے ایک سیاہ رنگ کی اسپیشل کار منتخب کی اور صفدر کو بیٹھنے کا اشارہ کر کے گاڑی اسٹارٹ کر دی۔

یہ کار بہت ہی اہم موقعوں پر استعمال کی جاتی تھی۔

صفدر خاموشی سے عمران کے ساتھ ہی فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گیا اور سیاہ کار دانش منزل سے باہر آ گئی ـــــــ

کار میں شکار کا جملہ سامان موجود تھا۔ جس کی موجودگی صفدر کے لئے باعث حیرت تھی ــــ آخر وہ پوچھے بغیر نہ رہ سکا۔

یہ آج شکار کا شوق کیوں چڑھ رہا ہے۔ عمران صاحب؟

آں ــ عمران نے چونک کر صفدر کی طرف دیکھا۔

صفدر نے محسوس کیا کہ فوری طور پر عمران نے اپنا ذہن جھٹک کر چہرے پر حماقت طاری کر لی تھی ـــــــ

بہت دردناک داستان ہے پیارے۔

اگر آپ سنانا چاہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔

صفدر نے مسکرا کر کہا ـــــــ

رات میں خواب میں ایک شتر مرغ دیکھا تھا ــــ اُسے سیاست سے گہری دلچسپی تھی ــــ بہت بحث و مباحثے کے بعد اُس نے مجھے قائل کر لیا کہ شکار کھیلنا دراصل ایک سیاسی فعل ہے اور کوئی بھی

سیاست دان شکار کئے بغیر مکمل سیاست دان نہیں بن سکتا۔

معاملہ بڑا دلچسپ دکھائی دیتا ہے۔

صفدر مسکرایا۔

اور تم تو جانتے ہی ہو ——— مجھے سیاست سے بہت لگاؤ ہے

آپ اور سیاست ——— !

صفدر نے قہقہہ لگایا ———

ہاں پیارے مونگ کی دال سیاسی بیداری پیدا کرتی ہے اس لئے میرا خیال ہے آئندہ سال سلیمان کو الیکشن لڑنے کے لئے لنگوٹ سلوا دوں اور خود کنویسنگ کے لئے قطب شمالی چلا جاؤں۔

صفدر کھلکھلا کر ہنس دیا ———

اس وقت ان کی کار نواب چکردتی کی ریاست کی طرف جا رہی تھی عمران نے اس مرتبہ جو راستہ اختیار کیا تھا یہ براہِ راست نواب چکردتی کے محل کی طرف جاتا تھا ———

سڑک دارالحکومت سے طلحہ آباد جانے والے راستے سے ہٹ کر واقع تھی اور نسبتاً زیادہ ویران اور ارد گرد پہاڑیوں سے گھری ہوئی تھی ———

خیر تو آپ شتر مرغ کے شکار کے لئے جا رہے ہیں۔

دریں چہ شک ———

لیکن یہ راستہ کدھر جاتا ہے ؟

ریاست چکردتی کی طرف ——— میں نے سنا ہے ——— وہاں اعلیٰ نسل کے شتر مرغ بکثرت پائے جاتے ہیں۔

ہوں ——— میرا خیال ہے میں اب کچھ کچھ سمجھ رہا ہوں۔

اللہ تعالیٰ ہر کسی کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

عمران نے اسٹیرنگ سے ہاتھ ہٹا کر دعا کی اور پھر بوکھلا کر اسٹیرنگ گھما دیا ورنہ کار سیدھی کسی کھڈ میں جا گرتی۔

اور اسی لمحے عمران چونک پڑا ———

صفدر نے اُسے چونکتے دیکھا تو اِدھر اُدھر متلاشی نگاہوں سے جائزہ لیا۔ اور پھر اس کی نگاہ کار کے پیچھے آتے ہوئے دو گھڑ سواروں پر پڑی ———

آدم گھوڑے آ رہے ہیں ——— عمران بڑبڑایا۔

آدم گھوڑے ——— صفدر نے حیرت سے عمران کی طرف دیکھا

تو اور کیا کہو گے انہیں ——— جبکہ مرغ کے اوپر اونٹ بیٹھا ہو تو اسے شتر مرغ کہتے ہیں اس طرح گھوڑے پر آدمی بیٹھے ہوں تو کیا کہو گے ؟

صفدر بے ساختہ قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

جواب نہیں عمران صاحب!

میں کہتا ہوں پیارے سوال ہی نہیں بقول علی بھائی!

یہ علی بھائی کون ہیں عمران صاحب!

کان پھاڑ قہقہے لگانے والی ایک جنس ہے۔ جو پورے خطۂ زمین پر صرف ہمارے دارالحکومت میں موجود ہے ـــ ایک پوّا پی کر پورا ایک پاؤ کا قہقہہ لگاتا ہے۔

اور یہ جو تعاقب فرما رہے ہیں ان کے بارے میں کچھ؟

وہ دیکھو آگے آبادی دکھائی دے رہی ہے ـــ میرا خیال ہے سڑک کے کنارے ایک سرائے بھی ہے!

ہاں ـــ ہے تو سہی ـــ پھر ـــ؟

اگر یہ ہمارا تعاقب کرتے ہوئے ـــ تو پیارے دیکھنا اس مرتبہ ان کو گھوڑے کندھوں پر اٹھا کر پیچھا کرنا پڑے گا اتنا ماڈرن زمانہ آگیا ہے لیکن ان کو شرم ہی نہیں آتی ـــ گھوڑوں پر تعاقب کرتے ہیں ـــ

صفدر خاموش رہا لیکن عمران کی زبان چلتی رہی۔

مجھے افسوس ہے پیارے ـــ اچھا کبھی فرصت میں دیکھونگا۔

میرا خیال ہے کار کو بوقتِ ضرورت دولتیاں جھاڑنے پر تو مجبور کیا ہی جا سکتا ہے ـــ

کار سرائے کے قریب پہنچ چکی تھی۔

عمران نے گاڑی موڑ کر سرائے کے سامنے اس حصے میں کھڑی کر دی۔ جہاں ایک طرف گھوڑوں کا اصطبل سا بنا ہوا تھا۔

دونوں اتر کر سرائے میں داخل ہو گئے۔

یہ ایک چھوٹی سی سرائے تھی۔ کبھی جب طلحہ آباد کا علاقہ آباد تھا اور اس راستے پر آمدورفت رہتی تھی۔ تو اس سرائے میں تل دھرنے کی جگہ نہیں ملتی تھی ـــ لیکن اب تو یہ کسی بانجھ عورت کی زندگی کی طرح ویران دکھائی دی۔

عمران اور صفدر دروازے کے قریب ہی ایک میز پر بیٹھ گئے
سرائے کے مالک نے دو غیر ملکیوں کو دیکھا تو بھاگا بھاگا آیا۔

ظاہر ہے اُسے کچھ آمدنی کی امید بندھ گئی تھی۔

عمران نے بڑی فراخدلی سے اُسے آڈر دے دیا۔

نتیجۃً سرائے کا مالک ناچتا ہوا واپس چلا گیا۔ اور پھر کچن میں برتنوں کے گرنے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔

چند منٹ بعد دونوں گھوڑ سوار بھی دروازے میں دکھائی دیئے ـــــ انہوں نے عمران اور صفدر کی طرف کوئی توجہ نہیں دی اور سیدھے ایک کونے کی میز کی طرف بڑھ گئے۔

سرائے کا ملازم لڑکا انہیں دیکھتے ہی کچن کی طرف لپکا اور چند لمحوں بعد سرائے کا بوڑھا مالک آتا دکھائی دیا۔

اس کی نگاہ جیسے ہی ان دونوں آدمیوں پر پڑی.... وہ ٹھٹھک کر رک گیا۔ صفدر نے محسوس کیا کہ بوڑھا انہیں دیکھ کر خوفزدہ ہو گیا ہے۔ بوڑھا لرزتی ہوئی ٹانگوں سے ان کے قریب جا پہنچا ـــــ

چند لمحے ان کے درمیان کچھ گفتگو ہوتی رہی۔

پھر بوڑھا کاؤنٹر کی طرف آتا دکھائی دیا ـــ اس نے الماری سے ایک وہسکی کی بوتل نکالی اور ان کے سامنے لے جا کر رکھ دی۔

لو پیارے میں ابھی آتا ہوں ـــ عمران نے پیٹ پر اس طرح ہاتھ مارا جیسے کچھ گڑبڑ محسوس کر رہا ہو۔

کونے میں بیٹھے ہوئے دونوں آدمیوں نے اسے پیٹ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے دیکھا شاید اس لئے انہوں نے عمران کے باہر جانے پر کسی قسم کا ردِّ عمل ظاہر نہیں کیا ـــــ

[illegible] دروازے کی طرف تھا۔
[illegible] تھا کہ آملٹ کے طور پر استعمال ہونے کی بجائے سرائے کے باہر [illegible] ہے۔

باہر آ کر عمران نے اِدھر اُدھر دیکھا اور سیدھا کار کی طرف بڑھتا ـــ اس نے کار کی ڈگی سے ایک میڈیکل باکس نکالا اور اس میں سے ایک انجکشن کی شیشی اور سرنج نکال لی۔

ڈگی کی آڑ میں ہی اس نے سرنج کو بھر لیا اور گھوڑوں کے اصطبل کی طرف بڑھا ـــــ

اس نے بڑی پھرتی سے دونوں گھوڑوں کے انجکشن لگا دیئے اور چند لمحوں بعد وہ اطمینان سے سیٹی بجاتا ہوا واپس سرائے کی طرف جا رہا تھا ـــــ سرائے کے مالک نے مطلوبہ اشیاء میز پر لگا دی تھیں ـــــ

عمران نے لمبے لمبے ہاتھ مارنے شروع کر دیئے۔

چند منٹ بعد وہ کھانے پینے سے فارغ ہو کر اٹھ گئے۔ اس وقت تک گھوڑ سوار اپنی بوتل سے نپٹ چکے تھے۔

کار اسٹارٹ کر کے وہ دوبارہ پتھریلی سڑک پر آ گئے۔

کافی آگے آ کر انہوں نے عقب میں دیکھا دور دور تک کوئی متنفس

دکھائی نہ دیا ۔ ——

کیا گھوڑوں نے آپ کی ہدایات پر عمل کرنے کی حامی بھر لی تھی —— صفدر نے مسکرا کر پوچھا۔

پوچھو مت ... جانتے ہو اس وقت گھڑ سواروں کے ساتھ کیا ہو رہا ہوگا ——

بتایئے تو پتہ بھی چلے ——

گھوڑوں نے ان کو دولتیوں پر رکھ لیا ہوگا۔

وہ کیسے ... ؟ صفدر نے حیرانگی سے دریافت کیا۔

عمران نے جواباً اس انجکشن کے بارے میں بتا دیا۔

یہ انجکشن جانداروں کے اعصاب پر عجب نقاہت سی سوار کر دیتا ہے۔ ایسے میں انجکشن زدہ کسی بھی چیز کو اپنے قریب برداشت نہیں کر سکتا۔ بس پہلے تو دونوں گھوڑوں نے دولتیوں کا بلا کمیشن تبادلہ کیا ہوگا، اور اس کے بعد دونوں نے مل کر اپنے سواروں کو مالا مال کرنے کی سوچی ہوگی ——

صفدر ہنسنے لگا ——

واقعی خوب بندوبست کیا آپ نے —— کیا یہ تبدیلی مستقل رہتی ہے ——

نہیں صرف دو گھنٹے تک۔

عمران نے جواب دیا۔ اور جیب سے چیونگم کا پیکٹ نکال کر چند پیس پھانک لئے اور لگا جگالی کرنے۔

ہر وقت جگالی کرنے اور چیونگم چبانے سے آپ کے جبڑے نہیں تھکتے عمران صاحب —— ؟

اگر ایسا ہوتا تو اب تک میں نے کسی بھینس سے نکاح کر کے جگالی کا فرض اُسے سونپ دیا ہوتا۔

صفدر مسکرانے لگا ——

گاڑی اب ایک خطرناک ڈھلوان سے اُتر رہی تھی۔ اچانک عمران کی نگاہ سامنے پڑی اور وہ چونک پڑا۔

ایک بڑا ٹرک جس نے پوری سڑک کو گھیر رکھا تھا۔ تیزی سے چلا آ رہا تھا —— ڈھلوان اس قدر خطرناک تھی اس پر گاڑی کو بریک لگانے کے بعد گہری کھڈوں کے علاوہ کہیں ٹھکانہ نہ ہوتا —— !

صفدر کی پیشانی پسینے سے بھیگ گئی۔

ٹرک تیز رفتاری سے بڑھتا چلا آ رہا تھا۔

عمران کی سیاہ کار بھی تیزی سے آگے بڑھ رہی تھی۔

اچانک عمران نے گاڑی کی بند ٹرال کر دی اور پھر ٹرک کی زد
میں پہنچنے سے پہلے اس نے ریورس گیئر لگا دیا۔
گاڑی ایک دھچکے سے رک گئی ۔۔۔۔ صفدر نے دونوں ہاتھ
آگے بڑھا کر اپنے سر کو ونڈ سکرین سے ٹکرانے سے بچایا۔
انجن گرج کر لمحہ بھر کے لئے خاموش ہوا اور پھر گاڑی تیز رفتاری
سے ریورس میں چلنے لگی ۔۔۔۔ ٹرک اب بھی تیزی سے آگے بڑھ
رہا تھا۔

۔۔۔۔

عمران نے عقبی منظر دکھانے والے آئینے پر نظریں گاڑ دیں اور
گاڑی کی رفتار مزید تیز کر دی۔
گاڑی کا انجن گرجتا ہوا سیاہ گاڑی کو چیلنج کرتا جا رہا
تھا ۔۔۔ صفدر کی سانس بڑی طرح پھول رہی تھی۔
عمران کی ذرا سی بھی لاپرواہی ان کی زندگی کا فیصلہ کرنے کے لئے
کافی تھی لیکن عمران ۔۔۔۔ جو انتہائی لاپرواہ ہونے کے باوجود
باوجود اس قدر محتاط تھا کہ بس ۔۔۔ صفدر کو اس بات کا کئی
دن تجربہ ہوا ۔۔۔۔

چند گز پیچھے جا کر عمران نے گاڑی روک دی ۔۔۔۔ اور نیچے اتر
آیا ۔۔ فوراً ہی اس نے اپنا ریوالور نکال لیا ۔۔۔۔ اور ٹرک پر

نگاہیں گاڑ دیں جو گرجتا ہوا ان کی طرف بڑھ رہا تھا۔
چند گزوں کے فاصلے سے عمران نے اچانک دو فائر جھونک دیئے
دونوں فائر کارآمد ہوئے۔
دو دھماکے ہوئے ۔۔۔۔
ٹرک کے اگلے دونوں ٹائر پھٹ گئے۔
ٹائروں کے پھٹتے ہی ٹرک دائیں طرف لڑھکا ۔۔۔۔ ڈرائیور
نے پھرتی سے اسٹیئرنگ گھما کر بائیں طرف موڑنے کی کوشش کی۔
اور پھر اس نے ٹرک کو بے قابو ہوتے دیکھ کر باہر کودنے کی
کوشش کی ۔۔۔۔
لیکن اسے بہت دیر ہو چکی تھی۔
ٹرک بائیں جانب نشیب میں لڑھکا اور پھر اچھل کر نیچے
گرتا چلا گیا۔ جہاں سینکڑوں فٹ گہرے کھڈ منہ پھاڑے اسے
نگلنے کے منتظر تھے ۔۔۔۔ اور پھر چند لمحوں بعد ایک زبردست
دھماکہ ہوا ۔۔۔۔
ٹرک کے چیتھڑے اڑ گئے۔
اور چند لمحوں بعد ایک اور دھماکہ ہوا ۔۔ پھر ٹرک دھڑا دھڑ
جلنے لگا ۔۔۔۔ ڈرائیور کا نام و نشان بھی دکھائی نہ دے

رہا تھا۔

عمران نے ایک طویل سانس لی اور صفدر کی طرف دیکھا جو سکتے کے عالم میں نیچے دیکھ رہا تھا۔

چلو نکالو ایک چونی ——

عمران نے صفدر کی طرف ہاتھ بڑھا دیا۔

کیوں —— کیا —— ؟

صفدر نے حیرت سے عمران کا جائزہ لیا —— انداز ایسا تھا جیسے اسے عمران کی دماغی صحت پر شبہ ہو گیا ہو۔

ارے ہائیں —— یعنی بالکل مفت ——

عمران نے غرا کر کہا۔ ——

صفدر کے ہونٹوں پر ایک بے جان سی مسکراہٹ دوڑ گئی۔

چلو پیارے —— میرا خیال ہے۔ اللہ میاں آندھی چلانے والی مشین اسٹارٹ کرنے والا ہے۔

عمران نے صفدر کے کندھے پر ہاتھ مارا۔

عین اسی وقت آندھی کے جھکڑ چلنے لگے اور گرد و غبار فضا میں اُٹھنے لگا —— عمران نے کار اسٹارٹ کر دی اور تیزی سے وہ آگے بڑھ گئے۔

موسم بہت خراب تھا۔ اور ہر لمحہ زیادہ خراب ہوتا جا رہا تھا ——!

طوفانی ہوا کے جھکڑ وادیوں اور پہاڑوں میں سر ٹکرانے کے بعد شاید زخمی ہو گئے تھے۔ اس لئے وہ بری طرح سسکیاں بھرتے ہوئے فضا پر غصہ اتار رہے تھے ——

عمران نے کار کی رفتار بے انتہا تیز کر رکھی تھی۔ پھر بھی ہوا کے جھکڑوں کی مزاحمت کے سامنے گاڑی بے بس تھی۔

آگے چل کر پہاڑی سلسلہ شروع ہو گیا —— ان پہاڑیوں کے درمیان میں وہ ریلوے لائن تھی —— جو دارالحکومت سے ہمسایہ

ملک تک جاتی تھی لیکن ان دنوں بالکل ناکارہ اور بے کار ہو گئی تھی ——— ریلوے لائن میں گھاس پھوس اور کہیں کہیں جھاڑیاں اُگی ہوئی تھیں۔ جن کو دیکھ کر پتہ چلتا تھا کہ لائن عرصہ سے بیکار پڑی ہوئی ہے ———

عمران نے دور ایک اونچی عمارت کی طرف اشارہ کیا۔

نواب چکر دتی کا محل ———

سمجھ میں نہیں آتا نواب دارالحکومت کی بجائے ان پہاڑیوں میں کیوں گوشہ نشینی کی زندگی بسر کر رہا ہے۔

اللہ والے لوگ ایسا ہی کرتے ہیں۔

عمران نے درویشانہ انداز میں سر ہلا کر جواب دیا۔

آخر کوئی وجہ تو رہی ہوگی ———؟

میری معلومات کے مطابق نواب پہاڑیوں کے عقب میں پھیلے ہوئے میدانی علاقے میں کاشتکاری کرتا ہے۔

ہوں — صفدر نے ہنکارا بھرا۔

پھر وہ دونوں ہی خاموش ہو گئے — عمران چیونگم چباتا رہا اور گاڑی ڈرائیو کرتا رہا ———

وہ چند منٹ بعد نواب چکر دتی کے محل کے صدر دروازے پر

پہنچ گئے۔ فلک بوس پھاٹک بند تھے۔ عمران نے گاڑی روک دی۔ باہر ایک زنجیر لٹک رہی تھی۔

عمران نے نیچے اتر کر زنجیر کو کئی بار جھٹکا دیا۔

اندر کہیں گھنٹہ بجنے کی آوازیں سنائی دیں۔

چند لمحوں بعد پھاٹک کا چھوٹا سا دروازہ کھلا اور ایک خونخوار چہرے والے شخص نے باہر جھانکا — عمران پر نگاہ پڑتے ہی وہ چونک پڑا۔ پھر وہ بڑے ہی سخت لہجے میں بولا

کیوں شور مچا رکھا ہے — کیا بات ہے —؟

تمیز سے بات کرو ——— جاؤ نواب چکر دتی سے کہو پرنس چہارم ان سے ملاقات کرنا چاہتا ہے۔

عمران نے غراتی ہوئی آواز میں کہا۔

دروازہ بند ہو گیا ———

عمران دوبارہ آ کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔

اب تم میرے سیکرٹری کا رول ادا کرو گے۔

بہت اچھا جناب ——— صفدر نے مسکرا کر جواب دیا۔

دس منٹ کے بیزار کن انتظار کے بعد آہنی پھاٹک کے پٹ پھر چرچراہٹ کے ساتھ کھل گئے۔ دو مسلح باوردی آدمی دکھائی دیئے

ان میں سے ایک نے عمران کو گاڑی اندر لانے کا اشارہ کیا۔

عمران نے گاڑی اسٹارٹ کی اور اندر داخل ہو گیا۔

ایک طویل راستہ طے کرنے کے بعد عمران نے ایک جگہ گاڑی روک دی ـــــ سامنے برآمدے میں ایک شخص شاہانہ لباس میں ملبوس اپنے چند مصاحبوں کے ساتھ کھڑا تھا۔

انہیں یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ وہی نواب چکر دتی ہے۔

عمران کار سے اترا اور بڑی پروقار چال چلتا ہوا نواب کی طرف بڑھا۔ صفدر اس سے چند قدم پیچھے مؤدب انداز میں چل رہا تھا ـــــ

نواب نے چند لمحے غور سے عمران کی طرف دیکھا۔

پھر وہ بڑے پرتپاک انداز میں آگے بڑھا۔ اور عمران کا استقبال کیا۔ عمران نے گرم جوشی سے مصافحہ کیا۔

پرنس ـــ آپ کی آمد میرے لئے باعث مسرت ہے۔

ہمیں بھی آپ سے مل کر بے انتہا خوشی محسوس ہوئی بلکہ ہمیں اپنے معیار کے ایک نواب سے مل کر فخر ہو رہا ہے۔

تھینک یو پرنس ـــ آئیے ـــــ

نواب چکر دتی انہیں لے کر ایک شاندار کمرے میں آ گیا۔

عمران کو بڑے احترام کے ساتھ بٹھایا گیا ـــ فوراً ہی اعلیٰ قسم کے مشروبات ان کے سامنے پیش کر دیئے گئے۔

ادھر ادھر کی باتوں کے بعد نواب چکر دتی نے عمران سے اس علاقے میں آمد کا مقصد دریافت کیا۔

دراصل ہم دار الحکومت میں رانا ظہور علی صندوقی کے مہمان ہیں۔ انہوں نے باتوں باتوں میں آپ کی شکار گاہ کی بڑی تعریف کی ـــ

رانا ظہور علی صندوقی ـــ نواب چکر دتی نے حیرت سے دہرایا

جی ہاں ـــ رانا پیلس میں مقیم ہیں۔

لیکن میں ان سے ناواقف ہوں ـــ مجھے افسوس ہے۔ کہ ایک خاندانی رئیس سے واقف نہیں ـــ دراصل اس میں میرا بھی قصور نہیں۔ میں ایک عرصے سے گوشہ نشینی کی زندگی بسر کر رہا ہوں ـــــ

انہوں نے آپ کے محل کی بڑی تعریف کی تھی۔

شاید انہیں کسی اور نے بتایا ہو۔ بہر طور میں پہلے جس محل میں رہتا تھا۔ وہ تو برسوں سے ویران پڑا ہے۔ دراصل جب سے ہماری بیوی کا انتقال ہوا ہے۔ ہم یہاں منتقل ہو گئے۔ اور پھر یہیں کے ہو کر رہ گئے۔

اوہ ——— جی ہاں ——— خیر یہ محل بھی آپ کے شایانِ شان ہے۔ عمران نے چاروں طرف کمرے میں نگاہیں دوڑائیں اور تعریفی لہجے میں کہا۔

اچھا پرنس ——— رات ہو رہی ہے میرا خیال ہے کھانے کا گانگ بجنے والا ہے۔ آئیے ڈائننگ ہال کی طرف چلیں

عمران اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

عین اسی وقت گانگ بجا ———

کھانے بہت پرتکلف تھے ——— عمران نے خوب ڈٹ کر کھانا کھایا۔ درمیان میں وہ کبھی کبھی کھانے کی تعریف بھی کرتا رہا۔

کھانے سے فارغ ہو کر نواب نے ان کے لئے آراستہ کمروں کا بندوبست کیا اور انہیں آرام کرنے کا کہہ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا ———

شکار کے بارے میں نواب نے اگلے روز کا وعدہ کر لیا تھا۔

عمران اپنے کمرے میں پہنچا تو صفدر بھی اس کے ساتھ ہی تھا۔

چوکنے ہو کر رہنا ——— یہ فیصلہ کن رات بھی ہو سکتی ہے۔

اگر آپ کو نواب پر شک ہے تو ڈھیل دینے کی کیا ضرورت ہے ———!

پرسوں دارالحکومت جا کر عقل کے ناخن خرید لینا ... بھلا کس جرم میں گرفتار کر لوں اُسے؟

جی ہاں ——— معاف کیجئے میرا ذہن کچھ بے قابو سا ہو رہا ہے

اُسے قابو میں کرو ——— عمران غرّایا ——— اور اب جا کر اپنے کمرے میں آرام کرو۔ ضرورت محسوس ہو گی تو تمہیں بھی ساتھ لے لوں گا ———

ارادے کیا ہیں ———؟

سوائے شادی کے جو بھی مرضی سمجھ لو۔

صفدر خاموشی سے اپنے کمرے کی طرف چل دیا ——— دونوں کمرے درمیان میں ایک دروازے سے ملے ہوئے تھے۔

عمران نے دروازہ بند کر لیا اور مسہری پر لیٹ گیا۔

چند لمحوں بعد پورا کمرہ اس کے خراٹوں سے گونج رہا تھا۔

رات گہری ہوتی جا رہی تھی اور ساتھ ہی طوفانی بھی۔

عمران مسہری پر خراٹے لیتا رہا۔

پھر تقریباً دو بجے کے قریب اسے ہلکی سی گڑگڑاہٹ محسوس ہوئی اور فوراً ہی وہ اچک کر مسہری پر بیٹھ گیا۔

اس نے غور سے ان پراسرار آوازوں کو سننے کی کوشش

کی لیکن وہ کوئی نتیجہ برآمد نہیں کر سکا۔

عمران نے اپنا ریوالور ٹٹولا اور پھر دبے پاؤں دروازے تک آیا۔ بتی اس نے پہلے ہی بجھا رکھی تھی۔

کچھ دیر آہٹ لینے کے بعد اس نے دروازہ کھول لیا اور دبے پاؤں باہر نکل آیا ـــــ راہداری ویران اور اندھیری تھی ـــــ عمران گربہ قدمی سے برآمدہ طے کر کے باہر والے برآمدے میں آ گیا ـــــ

برآمدے میں رک کر اس نے آہٹ لی اور پھر وہ بائیں ہاتھ کی ایک روش پر چل دیا ـــــ اس روش کے دونوں طرف اونچی باڑ لگی ہوئی تھی۔ چونکہ رات خاصی اندھیری تھی اس لئے عمران دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

اس کے جسم پر سیاہ رنگ کا سوٹ تھا۔ اوپر اس نے ایک گرم چسٹر پہن رکھا تھا۔ کانوں کو دونوں ہاتھوں سے رگڑ کر عمران نے ہاتھ چسٹر کی جیبوں میں ٹھونس لئے ـــــ سردی حال پوچھ رہی تھی ـــــ

اس نے طویل روش کو طے کیا اور وہ فصیل کے قریب پہنچ گیا۔ اچانک اُسے قدموں کی آہٹ سی محسوس ہوئی۔

دوسرے اسی لمحے وہ باڑ کے عقب میں دبک گیا۔

کوئی اس کے قریب سے گزرا ـــــ اس کے بھاری بوٹوں کی دھمک سے عمران نے اندازہ لگایا کہ پہرے دار ہے!

پہرے دار دُور نکل گیا تو عمران اپنی کمین گاہ سے نکلا اور فصیل کے قریب آ گیا ـــــ اس نے جیب سے دو عجیب طرح کے آہنی پنجے نکالے اور اگلے ہی لمحے وہ فصیل پر کسی چھپکلی کی طرح چڑھ رہا تھا ـــــ

جلد ہی وہ فصیل کے اوپر پہنچ گیا۔

اس نے اوپر لیٹ کر آہٹ لی اور پھر وہیں دبک گیا۔

فصیل کی دوسری جانب بھی پہرے دار گھوم رہے تھے جیسے پہرے دار کے وزنی بوٹوں کی آہٹ دُور ہوئی وہ فصیل کی دوسری جانب اُتر گیا ـــــ

پاؤں میں اسفنج سول کے جوتوں کی وجہ سے اطمینان تھا اس لئے وہ فصیل کے ساتھ ساتھ بھاگ نکلا۔

بھاگتے بھاگتے وہ گیٹ والی سمت میں نکل آیا۔

پہرے داروں کی نگاہوں سے بچتا بچاتا وہ محل سے کافی دُور پہنچ گیا ـــــ پراسرار گڑگڑاہٹ اب بھی سنائی دے رہی تھی۔

عمران نے اندازے سے ہی اس گڑگڑاہٹ کی سمت کا تعین کیا اور تیزی سے اس طرف بھاگ اٹھا۔ اندھیرے میں پتھریلے راستوں سے ہوتا ہوا وہ محل سے چند میل دور اس وادی میں جا پہنچا جس میں ریلوے لائن واقع تھی۔

اگرچہ وہ خاصی لمبی دوڑ لگا کر آیا تھا تاہم اس کے چہرے پر تھکاوٹ کا ہلکا سا بھی تاثر نہیں تھا۔

گڑگڑاہٹ اب صاف سنائی دے رہی تھی۔

اچانک عمران کو بھس...... بھس...... کی آوازیں سنائی دینے لگیں وہ اسی طرف بڑھ گیا۔

اس وقت وہ ریلوے لائن سے ذرا ہٹ کر چل رہا تھا۔ جلد ہی اس نے اس چیز کو جا لیا جس کی حرکت سے گڑگڑاہٹ اور بھس...... بھس کی آوازیں پیدا ہو رہی تھیں۔

اس نے اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا لیکن کچھ سجھائی نہ دیا۔ سوائے گہرے دھوئیں کی لہر کے جو ریلوے لائن پر دھیرے دھیرے بڑھ رہی تھی۔

عمران نے ہاتھ بڑھایا ——— دھوئیں میں اس کے ہاتھ کسی متحرک سخت چیز سے ٹکرائے اور اس کے حلق سے ایک طویل

سانس نکل گئی ———

یہ ریل گاڑی کا ڈبہ تھا ——— جس پر کچھ لدا ہوا تھا۔ لیکن کیا ——— ؟ یہ عمران کو دکھائی نہیں دیا ——— البتہ اس کے ہاتھ میں ایک ڈھیلا سا آ گیا ——— دوسرے ہی لمحے عمران اس بھورے رنگ کے گہرے دھوئیں کی لہر کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔

وہ حیران تھا کہ اس ریلوے لائن کا نہ کوئی آغاز نہ انجام پھر یہ ریل گاڑی کہاں سے آئی اور کدھر کو جا رہی ہے۔

اور پھر اس کے ہونٹوں پر ایک شریر سی مسکراہٹ رقصاں ہو گئی ———

اس نے قدرے تامل کے بعد چھلانگ لگائی۔

اب وہ دھوئیں کی لہر میں پوشیدہ ریل گاڑی کے ایک ڈبے پر سوار تھا ——— ریل کی رفتار انتہائی سست تھی۔ اس لئے عمران کو قطعاً دقت نہ ہوئی عمران چند لمحوں کے بعد ایک خدشے کے پیش نظر لیٹ گیا ———

ظاہر ہے یہ ایک پہاڑی سلسلہ تھا۔ کسی بھی وقت گاڑی کسی سرنگ میں داخل ہو سکتی تھی ———

اور پھر وہ دھواں بھی حیرت انگیز تھا۔

عمران نے نہ تو آنکھوں میں جلن محسوس کی اور نہ ہی اسے گھٹن ہوئی وہ اطمینان سے لیٹا رہا ——— تکلیف کچھ تھی تو بس یہ کہ کھلے منہ کے ڈبے میں بھرے ہوئے ڈھیلے اس کی کمر میں چبھ رہے تھے۔ ———

اب ظاہر ہے اتنی سی تکلیف کو تو وہ خاطر میں بھی نہ لاتا تھا ——— !

ہش ..... ہش .... ہش پھس پھس ..... پھس پھس
گڑ .... گڑ .... گڑ۔

کبھی کبھی یوں محسوس ہوتا جیسے کوئی اندھیرے میں لشکار رہا ہو۔ پھر جیسے کسی نے سسکیاں بھرنی شروع کر دی ہوں اور اس کے گڑگڑاہٹ سنائی دینے لگتی !

عمران حیران تھا کہ لوہے کی پٹڑی پر چلنے والی گاڑی کی آواز اس کم اور عجیب سی کیوں ہے ——— ؟

سائیلنسر لگے ہوئے ہوں گے اس کے ذہن میں احمقانہ سا خیال کوندا اور وہ خود ہی مسکرا دیا۔

اب عمران کو قدرے گھٹن اور گہرا اندھیرا محسوس ہونے لگا گاڑی کی آواز بھی مزید خوفناک ہو گئی تھی اور اس بات

کی تصدیق بھی ہو گئی ——— اس نے ہاتھ اٹھایا تو ہاتھ سرنگ کی چھت سے ٹکرا گیا ———

چند منٹ بعد پھر وہی انسانی سسکیوں کی آوازیں اور ہلکی سی گڑگڑاہٹ عمران نے ہاتھ اٹھایا ——— گاڑی سرنگ سے نکل آئی تھی۔ ———

پھر عمران کو ایک زبردست گڑگڑاہٹ سنائی دی۔

یوں محسوس ہوا جیسے کئی شیر مل کر دھاڑ رہے ہوں۔

عمران سمجھ گیا کہ کوئی آہنی پھاٹک کھلا ہے۔

چند منٹ بعد گاڑی رک گئی ——— عمران کود کر نیچے اترا اور وہیں دبک گیا ——— دو سائے سے ادھر بڑھ رہے تھے۔ جدھر انجن تھا ——— !

پھر کسی کے باتیں کرنے کی آوازیں سنائی دیں۔

عمران خاموشی سے وہیں دبکا رہا۔

اس کے بعد گاڑی نے دوبارہ حرکت کی ——— عمران تیزی سے پھر اسی ڈبے پر چڑھ کر لیٹ گیا۔ اس مرتبہ وہ منہ کے بل لیٹا تھا ——— اسے کچھ فاصلے پر اجالا دکھائی دیا ———

یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے گاڑی کسی غار میں چل رہی ہو

اب اُسے ناقابلِ برداشت سڑاند سی محسوس ہونے لگی۔

اور وہ بُری طرح چونک پڑا۔

یہ بدبو بالکل اسی طرح کی تھی جیسی کہ جولیا کے فلیٹ میں آنے والے سفید رنگ کے مُردنے کے جسم سے آ رہی تھی ـــــ اس کے جبڑے سختی سے بھینچ گئے۔

گاڑی رک گئی ـــــ!

عمران نیچے کود پڑا ـــــ

اور پھر اگر وہ پھرتی سے دائیں ہاتھ کے ستون کی آڑ نہ لے لیتا تو آنے والے دو مسلح آدمیوں کی نگاہ اس پر ضرور پڑ جاتی

دونوں مسلح آدمی اس کے قریب سے گزر گئے۔

عمران گاڑی کے انجن کی طرف سرکنے لگا۔

اگلے دو ڈبے اُجالے میں تھے۔ عمران نے دیکھا غار میں جگہ جگہ لالٹین لٹکی ہوئی تھیں جن کی روشنی غار میں اتنا اُجالا تو کر ہی رہی تھیں کہ چند گز کے فاصلے پر موجود چیزوں کو اچھی طرح سے دیکھا جا سکے ـــــ

عمران اگلے ڈبوں کے قریب پہنچ کر رک گیا۔

اس نے جھک کر سب سے پہلے تو ڈبے کے نچلے حصّے کا جائزہ

لیا اور پھر اثبات میں سر ہلانے لگا ـــــ گویا سارا معاملہ اس کی سمجھ میں آ گیا تھا۔

پہیوں پر ربڑ چڑھا ہوا تھا ـــــ عمران نے ربڑ کو چھو کر دیکھا واقعی ربڑ حیرت انگیز حد تک مضبوط اور پتلا تھا۔

عمران اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔

اور پھر اُسے کئی آدمیوں کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔

وہ جلدی سے ایک ستون کی آڑ میں ہو گیا یہ جگہ قدرے اندھیری تھی۔ اس لئے اجالے میں کھڑے ہوئے آدمی اُسے نہیں دیکھ سکتے تھے ـــــ پھر ادھر ادھر سے سینکڑوں ہاتھ ریڑھیاں گاڑی کے قریب آ گئیں انہیں نہایت ہی خستہ لوگ دھکیل رہے تھے۔

عمران نے دیکھا ان لوگوں کے پاؤں میں بیڑیاں تھیں اور گلے میں مضبوط آہنی طوق ـــــ بیڑیاں وزنی اور مضبوط تھیں۔ ان کی وجہ سے ریڑھیاں دھکیلنے والوں کو چلنے میں خاصی دقت پیش آ رہی تھی ـــــ

اچانک عمران کی نگاہ ایک شخص پر پڑی۔

اس شخص کی حالت انتہائی نیم مردہ تھی ـــــ گلے میں آہنی طوق اور پاؤں میں بیڑیاں تھیں۔

شبو بڑھا ہوا تھا۔ اس کے باوجود پچکے ہوئے گال صاف دکھائی دے رہے تھے ——— آنکھوں کے گرد گہرے سیاہ حلقے تھے اور آنکھیں انگاروں کی طرح دہک رہی تھیں۔

وہ بمشکل ریڑھی کو دھکیل رہا تھا ——— عمران نے اسے پہچان لیا۔

یہ گریفی تھا۔ ———

دارالحکومت کے شمالی علاقے کا ایک مشہور غنڈہ جو عمران کی اطلاع کے مطابق ان دنوں جیل میں تھا۔

اسے وہاں دیکھ کر پہلے تو عمران کو حیرت ہوئی پھر اس کے ذہن میں جیل سے سینکڑوں قیدیوں کے فرار ہونے والی خبر گھوم گئی ——— تو گویا وہ تمام قیدی یہاں مصروف ہیں ——— اس نے سوچا ———

گریفی عمران سے چند قدم کے فاصلے پر ریڑھی روک کر گاڑی میں لدے ہوئے پتھروں کو ریڑھی میں بھرنے لگا۔

یہ سیاہ رنگ کا پتھر تھا۔ جس کے بعض حصے غیر معمولی طور پر چمکدار تھے ——— لالٹین کی روشنی میں یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے ہر پتھر سے بہت سے جگنو چمٹے ہوئے چمک رہے ہوں۔

ریڑھی کو پتھروں سے بھر کر گریفی اسی طرف واپس چل

دیا ——— جدھر سے آیا تھا ——— عمران نے پھرتی سے چیسٹر اتارا ——— فلیٹ ہیٹ اتار کر گول مول کی اور وہیں اندھیرے میں پھینک دی۔ ———

پھر وہ اندھیرے راستے میں چلتا ہوا گریفی کا پیچھا کرنے لگا۔

بہت سے لوگ جن کے پاؤں میں بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں۔ ریڑھیاں سیاہ پتھروں سے بھر کر ادھر جا رہے تھے ——— جس طرف گریفی جا رہا تھا۔ کچھ آگے آ کر اس پلیٹ فارم پر اندھیرا سا محسوس ہوا ——— عمران اب اندھیرے راستے سے باہر نکل آیا۔

اب وہ گریفی کے پہلو بہ پہلو چل رہا تھا۔

گریفی اپنے حال میں مست ریڑھی دھکیلتا چلا جا رہا تھا اس نے ایک بار بھی عمران کی طرف نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھا۔

عمران نے اپنے چہرے سے میک اپ کی جھلی کھینچ کر اتار دی

گریفی ......!

عمران نے سرگوشی کی۔

کک ——— کون ——— گریفی نے چونک کر عمران کی طرف دیکھا

میرا خیال ہے تم مجھے پہچانتے ہی ہو گے۔

گریفی نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھا... ہلکا ہلکا اندھیرا

تھا تاہم گریفی نے اُسے پہچان لیا۔

آپ .... عمران ـــــ عمران صاحب آپ اور یہاں ـــــ!

میں دیکھ رہا ہوں تم بڑی تکلیف میں ہو۔

یہ تکلیف نہیں عذاب ہے عمران صاحب۔

آخر تم لوگوں کو کیا سوجھی کہ جیل سے فرار ہو گئے۔

ہمیں وہاں سے اغوا کر کے یہاں لایا گیا ہے ـــــ جناب تو ہم یہ سمجھے کہ سرکاری طور پر ہم سے یہ کام لیا جا رہا ہے۔ لیکن جب لوگوں کی سفید لاشیں دیکھیں تو معلوم ہوا کہ ہم کسی مجرم کے ہاتھوں میں پڑ گئے ہیں ـــــ آہ .... چند روز بعد مجھے برقی بھٹی پر لگا دیا جائے گا۔

برقی بھٹی ـــــ آخر یہ سب کیا چکر ہے۔

ان پتھروں میں یاقوت کی رگیں دوڑتی ہیں عمران صاحب۔

یاقوت ـــــ!

ہاں ـــــ یہاں پتھروں کو پگھلا کر یاقوت برآمد کیا جاتا ہے۔

ہوں ـــــ عمران نے ہنکارا بھرا۔

لیکن آپ یہاں کیسے ـــــ؟

اوہ ـــــ سامنے سے کوئی آ رہا ہے ـــــ عمران یہ کہہ کر بائیں طرف بڑھ گیا۔ ادھر ایک تاریک سے غار کا دہانہ دکھائی دیا اس نے گریفی کو ٹھہرے دیکھ کر رائفل کا بٹ اس کی پسلی میں مارا اور غرا کر بولا ـــــ چلو جلدی ـــــ یہاں کیوں کھڑے ہو؟

گریفی نے ایک لمحے کے لئے اس طرف دیکھا جدھر عمران اندھیرے میں غائب ہو گیا تھا پھر ریڑھی لے کر آگے بڑھ گیا۔ مسلح سپاہی رائفل کے بٹ سے ہر ایک کو کچوکے لگاتا اور انہیں جلدی جلدی آگے بڑھنے کا حکم دیتا آگے بڑھ گیا۔

عمران کا ذہن پوری طرح چاک و چوبند ہو گیا .... سارا معاملہ اس کی سمجھ میں آ گیا تھا ـــــ نواب کی گوشہ نشینی کی وجہ بھی واضح ہو گئی ـــــ

چند لمحے وہ وہیں کھڑا خاموشی سے ریڑھیاں دھکیلنے والے قیدیوں کو دیکھتا رہا پھر اس نے اپنے عقب میں دیکھا وہ ایک غار کے دہانے پر کھڑا تھا۔

دُور اندر ہلکی ہلکی روشنی ہو رہی تھی ـــــ عمران کچھ سوچ کر مڑا ـــــ

اور غار کے دہانے میں داخل ہو گیا۔

دوسرے ہی لمحے دو ریوالور اس کی پسلیوں سے آ کر لگ گئے اور اس کے حلق سے ایک طویل سانس خارج ہو گئی۔

گڈ نائٹ ....

نائٹ ایکسپریس .... عمران کے منہ سے جواباً بے ساختہ نکل گیا — ریوالور اس کی پسلیوں سے ہٹ گئے۔

نمبر ....؟

ایٹی فور .... عمران نے یونہی کہہ دیا۔

تم یہاں کیا کر رہے ہو —— ؟

یونہی بھول گیا اور ادھر نکل آیا —— بہت تھک گیا ہوں آج —— عمران نے جواب دیا۔

باس نے غیر متعلقہ جگہوں پر گھومنے پر سختی سے پابندی

لگا رکھی ہے ــــــ سمجھے !

سوری ـــــــ میں نے بتایا ناں کچھ تھک سا گیا ہوں۔

جاؤ ـــــ کام کرو جا کر۔

عمران تیزی سے واپس پلٹا اور دہانے سے باہر نکل آیا۔
یہ اتفاق ہی تھا کہ اس کے منہ سے نائٹ ایکسپریس کا نام نکل گیا۔
ورنہ بگڑ گیا تھا معاملہ اسے یہ جان کر خوشی ہوئی کہ چلو اس طرح
پاس ورڈ کا تو پتہ چل گیا۔ نمبر اس نے ٹھیک سے ہی بول دیا تھا
ظاہر ہے اتنے سارے لوگوں کی نگرانی کرنے والے سو سے تو کسی
طور بھی کم نہ رہے ہوں گے ـــــــــــ

پلیٹ فارم پر سینکڑوں خستہ حال آدمی ریڑھیاں دھکیل
رہے تھے۔ عمران ان میں شامل ہو گیا۔

آگے راستہ بھی اندھیرا تھا۔ اس لئے وہ بے فکری سے
آگے بڑھتا رہا ـــــــــــ

کچھ آگے آ کر عمران کو پھر سڑانڈ سی محسوس ہوئی۔

مزے کی بات تو یہ تھی کہ ریڑھیاں دھکیلنے والے آدمیوں
میں سے ایک نے بھی عمران کی طرف نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھا.....
وہ مشینی انداز میں کام میں جتے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ انہیں

وہاں پھیلی ہوئی سڑانڈ تک کا احساس نہیں تھا۔ جبکہ عمران کا
دماغ مارے بدبو کے پھٹا جا رہا تھا۔

جیسے جیسے وہ آگے بڑھتا رہا۔ سڑانڈ ناقابلِ برداشت
ہوتی جا رہی تھی لیکن وہ رکا نہیں ـــــ بلکہ اب اس نے رفتار قدرے
تیز کر دی ـــــــــــ

ایک موڑ مڑا تو سامنے دور راہے پر روشنی کی چمک دکھائی
دی ـــــ عمران اسی طرف بڑھ گیا۔

ریڑھیوں والے آدمی بھی ادھر ہی جا رہے تھے۔ دوراہے
پر پہنچ کر عمران کو قدرے گھٹن سی محسوس ہوئی۔ یہاں بھی سڑانڈ
کا وہی عالم تھا۔

اور پھر عمران نے ایک عجیب منظر دیکھا۔

لیمپ کی مدہم روشنی میں وہ آگے بڑھ گیا۔

گڈ نائٹ ....!

نائٹ ایکسپریس ـــــ ایٹی فور ـــــ عمران یہ کہہ کر تیزی
سے غار میں گھستا چلا گیا ـــــ کچھ آگے ایک کمرہ بنا ہوا تھا۔ وہاں
طاقتور لیمپ روشن تھے۔ اس لئے خاصی روشنی تھی۔

عمران نے وہاں آدمیوں کو پتھر توڑتے ہوئے دیکھا ـــــ لیکن

کیا وہ واقعی آدمی تھے ؟ اگر وہ آدمی ہی تھے تو ان کی حالت مردوں سے بھی بدتر تھی ۔ اس سے آگے بڑھ کر عمران کو ایک اور کمرہ دکھائی دیا۔

وہ اس میں گھس گیا لیکن دوسرے ہی لمحے وہ تیزی سے واپس پلٹ آیا ۔ اُف وہ کمرہ تھا یا جہنم —— عمران کا پورا جسم لمحہ بھر میں ہی پسینے سے بھیگ گیا ——!

عین اُسی وقت اس کی پیٹھ سے ٹامی گن کی نال لگ گئی ۔

نائٹ ایکسپریس ....،

عمران مڑے بغیر غرّایا۔

نمبر پلیز ۔

ایٹی فور ——

یہاں ایک نمبر کے دو آدمی نہیں ہوتے مسٹر.... ہاتھ اُٹھالو —— مجھے افسوس ہے کہ تم نے اس آدمی کو غلط نمبر بتایا جو خود اسی کا نمبر ہے ۔

عمران نے ایک طویل سانس لی ۔

اس قسم کے اتفاقات کم ہی پیش آتے تھے لیکن اب کیا بھی کیا جا سکتا تھا —— اس نے اچانک جھکائی دی اور تیزی

سے واپس پلٹا.... عقبی آدمی کی ٹھوڑی پر ایک کرارا سا ہاتھ پڑا اور وہ پلٹ کر گرا۔

ٹامی اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر گئی ۔

عمران نے فوراً ہی چاروں طرف جائزہ لیا اور پھر اس کی نگاہ چاروں طرف سے بڑھتے ہوئے مسلح آدمیوں پر پڑی عمران نے پھرتی سے ریوالور بغلی ہولسٹر سے نکالا اور لالٹین کو تاک لیا ——

دھائیں ....

ایک فائر ہوا اور لالٹین کے چیتھڑے اُڑ گئے ۔

غار میں گھپ اندھیرا ہو گیا۔

لیکن عمران فرار نہ ہو سکا ۔ اندھیرا ہونے کے باوجود کئی آدمی اس سے لپٹ پڑے —— ہزار پائے کی طرح اُنہوں نے عمران کو جکڑ لیا اور پھر اُسے کشاں کشاں ایک ایسے کمرے میں پہنچا دیا گیا۔ جہاں تیز روشنی ہو رہی تھی ۔

اندر ایک سیاہ پوش بیٹھا ہوا تھا —— عمران کو دیکھتے ہی وہ غرّا کر اٹھا اور پھر اس نے اپنے آدمیوں کو کچھ اشارہ کیا۔

انہوں نے عمران کو دیوار میں لگے ہوئے کنڈوں کے قریب

گھسیٹ کر کھڑا کر دیا۔ اور چند لمحوں بعد وہ سر سے پاؤں تک زنجیروں سے جکڑ دیا گیا۔ پھر اس سیاہ پوش نے امونیا سے عمران کا میک اپ ختم کر دیا اور اس کی صورت دیکھتے ہی وہ ٹھٹھک کر چند قدم پیچھے ہٹ گیا۔

تم ۔۔۔ تم عمران ہو ۔۔۔ ؟

ہاں خاتون میں ہی تمہارا بدنصیب علی عمران ہوں.... عمران نے گلوگیر لہجے میں جواب دیا۔

بکواس مت کرو ۔۔۔ سیاہ پوش حلق کے بل چیخ اٹھا۔

تمہیں ہسٹیریا کے دورے اب بھی پڑتے ہیں۔ افسوس!

عمران نے مایوسی سے سر جھٹک دیا۔ لیکن اس وقت اس کی طبیعت صاف ہو گئی جب سیاہ پوش نے آگے بڑھ کر دو تین طمانچے عمران کے گالوں پر جڑ دیئے۔

لیکن مجال ہے عمران کے چہرے پر تکلیف یا غصے کا کوئی تاثر ابھرا ہو وہ مسکراتا ہوا سیاہ پوش کو دیکھتا رہا۔

پرواہ مت کرو دوست ۔۔۔ یہاں حال ہی میں ایک ایسی جھیل تیار کی گئی ہے جس میں تم جیسے آدمیوں کی لاشوں کو ٹھکانے لگانے میں بڑی آسانی ہو جاتی ۔۔۔ لیکن میں تمہیں

گولی نہیں ماروں گا۔

تھینک یو ۔۔۔ اے نیک دل خاتون ۔۔۔

میں تمہیں ایک بوری میں بند کر کے بھاری پتھر سے باندھ دوں گا اور پھر زندہ ہی اس جھیل کے سپرد کر دوں گا۔

یہ سن کر عمران نے اونچی آواز میں پونے تین کا پہاڑہ پڑھنا شروع کر دیا۔ انداز بالکل ویسا ہی تھا جیسا ابتدائی جماعت کا مانیٹر کلاس کو پہاڑے رٹانے کے لئے گلا پھاڑتا ہے۔

سیاہ پوش نے حیرت سے عمران کا جائزہ لیا اور پھر اس نے کونے میں رکھے ہوئے فون پر کسی سے رابطہ قائم کر کے عمران کے بارے میں اطلاع دی۔ کچھ دیر گفتگو کرنے کے بعد اس نے تالی بجا کر دو آدمیوں کو طلب کیا۔

اور پھر عمران کو بوری میں بند کرنے کا عمل شروع ہو گیا۔

عمران کے چہرے پر ذرا سی بھی سراسیمگی نہیں تھی۔

اور یہ اطمینان سیاہ پوش کو الجھن میں ڈال رہا تھا۔ تاہم اس نے ہاتھ روکے نہیں ۔۔۔

عمران کو بوری میں ٹھونس کر اوپر باندھ دیا گیا۔

پھر اسے یوں محسوس ہوا جیسے دو آدمیوں نے اس بوری

کو اٹھا لیا ہو اور پھر وہ اُسے اٹھائے ہوئے ایک طرف چل دیئے —————— عمران اب ایک فلمی گانا گا رہا تھا ۔ آواز کان پھاڑ اور بھونڈی تھی ۔ اُسے اٹھانے والوں کے چہرے بگڑ گئے ۔ انداز سے پتہ چلتا تھا کہ اور کچھ دیر بعد معاملہ ان کی برداشت سے باہر ہو جائے گا —— اور وہ ضرور بوری کو پٹخ دیں گے ۔

وہ لوگ بوری کو اٹھائے ہوئے غار میں چلتے رہے ۔

ان کا سفر چند منٹ بعد ہی ختم ہو گیا ۔

عمران نے محسوس کیا وہ کسی ساحل پر پہنچ گئے ہیں ۔ غالباً یہ جھیل کا ہی کنارہ تھا ۔

یہاں پہنچ کر اٹھانے والوں نے پوری قوت سے بوری کو نیچے پھینک دیا —— عمران کے منہ سے ایک گھٹی گھٹی چیخ نکل گئی ——

چلو جلدی سے پتھر لاؤ ۔

کسی نے غرّاتی ہوئی آواز میں کہا ۔

عمران انہیں کوسنے لگا ۔ بوری میں بند ہو کر کوسنے کا یہ پہلا موقع تھا اور عمران کو اس ستم ظریفی پر ہنسی بھی آ رہی تھی ۔

لیکن نہ جانے کیوں اُسے ذرا بھی تشویش نہیں تھی ۔

اور پھر اُسے یوں محسوس ہوا جیسے بوری کے ایک سرے پر وزنی پتھر باندھے جا رہے ہیں ۔ اس وقت بھی وہ اسے کوسنے میں مصروف تھا ۔

بس دوستو —— اسے چھوڑ کر الگ ہٹ جاؤ ۔

ایک غرّاتی ہوئی آواز سنائی دی ۔ اور ساتھ ہی کسی نے ٹامی گن کا دہانہ کھول دیا ہو ۔

جیئو —— عمران نے کلکاری ماری ——

اس نے گریلفی کی آواز پہچان لی تھی ۔ گریلفی نے ایک ہی باڑھ میں سب کا صفایا کر دیا —— پھر وہ تیزی سے عمران کی طرف بڑھا —— بوری کا منہ کھولا اور عمران یوں بوری سے باہر نکل کر چاروں طرف دیکھنے لگا ۔ جیسے انڈے سے جنم لیا ہو ۔

اس نے دیکھا گریلفی کا سینہ دھونکنی کی طرح چل رہا ہے اس کے پاؤں میں اب بھی بیڑیاں موجود تھیں اور ٹخنے بُری طرح چھل جانے کی وجہ سے ان سے خون رس رہا تھا ۔

عمران جیسے ہی بوری سے باہر نکلا ۔ گریلفی نے ٹامی اس کی طرف اچھال دی ——

جاؤ ــــ یہاں سے نکل جاؤ ــــ جلدی۔

اب تو سب ساتھ ہی جائیں گے ــــ !

ضد نہ کرو ــــ گرلیفی چلایا ــــ اور عین اسی وقت جیسے سینکڑوں پرسینکڑوں جہاز پرواز کرنے لگے ہوں۔ پھر غار کے اوپر دھم دھم کسی کے کودنے کی آوازیں سنائی دیں۔

کودنے والے تعداد میں کسی طرح بھی سو سے کم نہیں ہونگے

پھر ہینڈ گرینڈوں کے دھماکے ــــ ٹامی گنوں کے قہقہے انسانی چیخوں اور گرد و غبار کے ساتھ ساتھ دھوئیں کے دبیز بادل اٹھنے لگے ــــ

عمران نے فوراً ہی واچ ٹرانسمیٹر پر صفدر سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی ــــ

ہیلو صفدر ــــ ہیلو صفدر ــــ عمران کالنگ !

میں صفدر بول رہا ہوں۔

ایک آواز سنائی دی اور عمران حیرت سے واچ ٹرانسمیٹر کی طرف اور کبھی صفدر کی طرف دیکھنے لگا۔ جو غار کے دہانے پہ کھڑا ہنس رہا تھا ــــ

ارے باپ۔ یعنی الہ دین کے جن سے بھی تیز رفتار۔

عمران نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔

آخر آپ ہی کا شاگرد ہوں۔

شک چہ دارد ــــ سوری الٹا بول گیا۔

لیکن استاد محترم یہ باہر سینکڑوں کی تعداد میں ٹڈی کے جوان کہاں سے آگئے ــــ ؟

بس صفدر ــــ سوری صفدر ڈیئر ــــ اللہ میاں نے آسمان سے برسا دیئے۔ عمران نے درد لیشانہ انداز میں انگلی اوپر اٹھا کر جواب دیا ــــ

اب کان پڑی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔

فائرنگ ــــ ہی ــــ فائرنگ۔

دھماکے ہی دھماکے۔

چیخیں ہی چیخیں۔

اور پھر .... کسی نے لاؤڈ اسپیکر پہ کہا ــــ سب لوگ ہتھیار ڈال دیں اور خود کو ملٹری کے حوالے کر دیں ــــ پورا علاقہ گھیرے میں لیا جا چکا ہے ــــ

کوئی بھی بچ کر نہیں جا سکتا !

یہ اعلان بار بار دُہرایا گیا۔

چند منٹ تک مسلسل فائرنگ ہوتی رہی ——— اس کے بعد اکّا دُکّا فائر ہوئے اور پھر خاموشی چھا گئی ——— صرف وزنی بوٹوں کی دھمک سنائی دے رہی تھی ——— پھر کسی نے مائک پر اعلان کیا

عمران ——— تم کہاں ہو ——— "فوراً" باہر آجاؤ۔

صفدر نے عمران کی طرف دیکھا اور پھر بوکھلائی ہوئی آواز میں بولا ——— !

ایکسٹو ——— !

کک ——— کہاں ——— ؟

عمران بڑی طرح ناچ گیا ——— اور ادھر ادھر ٹٹولنے والی نگاہوں سے دیکھنے لگا ——— صفدر نے جھینپ کر منہ پھیر لیا اور مسکرانے لگا۔

پرنس آفندی نے مغموم انداز میں عمران کی طرف دیکھا اور مسکرا دیا ——— بہت خوش دکھائی دے رہے ہیں آپ؟

عورتوں سے دُور رہنے سے خوشی ہی خوشی حاصل ہوتی ہے پیارے ——— پوچھ لو جولیا سے اگر کبھی قریب بھی کھڑا ہوا ہوں گا اس کے ——— کیوں جولی ڈارلنگ۔

میں نے کبھی گھانس بھی ڈالی ہے تمہیں۔

جولیا غرائی ——— !

ظاہر ہے جب سے تم نے میرے بارے میں اپنے نظریات تبدیل کئے ہیں اس کی ضرورت ہی باقی نہیں رہ جاتی۔

میرا خیال ہے آپ ہمیں کیس کی تفصیلات سنا دیں۔

صفدر نے گھگھیائی ہوئی آواز میں کہا۔

کیس کیسا کیس ——— !

پرنس آفندی نے حیرت سے عمران کی طرف دیکھا۔

تم تو بوتل سنبھالو اور بھاگ لو یہاں سے ——— بیڑہ غرق ہوتے ہوتے رہ گیا ہے۔ عمران نے غرا کر کہا اور اسے گھونسہ دکھایا۔

پرنس نے بوتل اٹھا کر الگ رکھ دی اور عمران کے پیچھے پڑ گیا اس کی دانست میں روزی کے قتل والا معاملہ ابھی تک چل رہا تھا۔ جولیا اور صفدر کی بے تابی نے اسے کسی خطرناک کیس کے اختتام کا احساس دلایا ———

عمران نے پہلے تو کانوں کو اچھی طرح جھاڑا اور پھر سنانے لگا۔

نواب چکر دتی نے طلحہ آباد کے پہاڑی سلسلے میں یاقوتی مادّے کے وجود کا علم ہوتے ہی سارے علاقے کو اپنی جاگیر میں شامل کر لیا حکومت نے ارد گرد کا یہ علاقہ اس لئے اس کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ کہ اس نے میدانی جگہوں پر کاشتکاری کرنے کا منصوبہ پیش کیا تھا ———

نواب نے اپنا قدیمی محل چھوڑ کر طلحہ آباد کے پہاڑی سلسلے ایک عالیشان عمارت تعمیر کروائی ——— ان دنوں دارلحکومت سے ہمسایہ ملک جانے والی ریلوے لائن ویران پڑی تھی۔

غیر ممالک سے کاشتکاری کی جدید مشینری کی آڑ میں نواب چکر دتی نے پتھروں کو پگھلانے والی مشین اور دوسرا ایسا سامان منگوایا جس کی یاقوت نکال کر جمانے میں ضرورت پیش آتی ہے۔

پتھر پگھلانے والی بھٹیوں پر چند گھنٹوں سے زیادہ کوئی شخص کام نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے اس نے پہلے تو پورے علاقے میں خوف و دہشت کی لہر دوڑا دی ———

نائٹ ایکسپریس کے انجن میں ایک خاص تبدیلی کی گئی۔ اس طرح بھورے رنگ کا گاڑھا دھواں تیار ہوتا تھا جو پوری ٹرین کو اپنی لپیٹ میں لے کر اسے نگاہوں سے اوجھل کرنے کا بندوبست کرتا تھا ———

پھر اس نے ایک مرتبہ طلحہ آباد کے اسٹیشن کے پاس سے اس ٹرین کو گزارا۔ جس کے نیچے آ کر دو آدمی کچلے گئے۔ چٹانوں میں بارود کے دھماکے سے زلزلے کا انتظام کیا۔ اور پھر ایک خاص مشین سے علاقے میں ہوا کا دباؤ کم کر کے شدید آندھیاں چلائیں۔

اس طرح اس کے پورے علاقے کو آسیب زدہ مشہور کر دیا۔ لوگوں نے علاقہ خالی کرنا شروع کر دیا۔ اور وہ مقصد براری میں کامیاب ہوا ———

ایک دن جولیا کے فلیٹ میں ایک سفید رنگ کی عجیب و غریب لاش آئی۔ وہ شخص یاقوتی بھٹی پر کام کرنے کی وجہ سے اس حالت

کو پہنچا تھا ـــــ وہ جولیا کے فلیٹ میں کیوں اور کس طرح پہنچا۔ ابھی تک معلوم نہیں ہوا ـــــ

میرا خیال ہے محض خوف وہراس پیدا کرنے کے لئے اس قسم کے آدمیوں کو شہر میں لا کر چھوڑ دیا جاتا تھا۔

چند اخبارات کو اثر میں لے کر انہوں نے خوب اس معاملے کو اچھالا۔ اس طرح دارلحکومت سے لوگوں کی آمد و رفت بالکل منقطع ہو گئی۔ اب نواب کو صحت مند آدمیوں کی فراہمی کا مسئلہ درپیش ہوا ـــــ

اس نے پہلے تو شہر میں خفیہ طور پر چند آدمیوں کو اغوا کروایا لیکن یہ سلسلہ زیادہ دیر تک قائم نہیں رہ سکا ظاہر ہے وہ کسی بھی وقت قانونی زد میں آ سکتا تھا۔

اس نے دارلحکومت کی جیل سے سینکڑوں توانا قیدی اغوا کر لئے ـــــ

مرکزی پولیس نے جب دارلحکومت میں بھاگ دوڑ کی تو نواب نے محسوس کیا کہ کہیں ایکسٹو اس کی طرف متوجہ نہ ہو جائے۔

ایکسٹو کے مافوق الفطرت ذہن کے بارے میں اُسے مقامی جرائم پیشہ لوگوں نے بتایا تو اُسے تشویش لاحق ہوئی۔

ورتم لوگ تو جانتے ہی ہو کہ علی عمران ایم ایس سی۔ پی ایچ امرتسری۔ گرداسپوری۔ پانی پتی وغیرہ بلکہ کنوارہ.....

جولیا کیا تمہیں واقعی مجھ پر رحم نہیں آتا۔

عمران نے ایک ٹھنڈی سانس بھر کر کہا۔

جولیا اُسے گھورنے لگی ـــــ

خیر کبھی تو رحم آئے گا ہی ـــــ ہاں تو میں کیا کہہ رہا تھا؟

تمہاری بکواس نے تو بات کا حلیہ ہی بگاڑ دیا۔

جولیا نے غرّا کر جواب دیا ـــــ

اچھا ہاں یاد آ گیا ـــــ میں کہہ رہا تھا کہ گدھوں کی کئی قسمیں ہوتی ہیں ـــــ عمران یہ کہہ کر حیرت سے پرنس کی طرف دیکھنے لگا۔

منہ ادھر رکھو ـــــ تمہاری شرابی آنکھوں نے میرا معدہ ہی لٹ بٹ کر دیا ہے۔ اور تم لوگ جانتے ہو کہ معدہ گڑبڑ ہو جائے تو دماغی حالت خراب ہو جاتی ہے۔

جولیا نے سینڈل اتار کر ہاتھ میں لے لیا۔

نہ جانے کیا بات ہے لیڈیز سینڈل دیکھتے ہی میری یادداشت کیوں تیز ہو جاتی ہے ـــــ

عمران نے کنکھیوں سے جولیا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

صفدر اور پرنس کی ہنسی نکل گئی

چلو اب زبان کو بھی تیز کر دو ورنہ شروع کرتی ہوں۔

بہر حال جب اسے معلوم ہوا کہ علی عمران کو دوسروں کے معاملے

میں ٹانگ اڑانے کی خاص عادت ہے تو انہوں نے میرے فرزند ارجمند آفندی کو ردوزی کے قتل کے کیس میں پھنسانے کی کوشش کی ـــــ میں نے لاش غائب کر دی۔

وہ لاش آپ نے کہاں غائب کی تھی عمران صاحب۔

پرنس نے پوچھا۔

وہیں کیتھ کے مکان میں ـــــ دراصل وہاں صحن میں ایک طرف بھوسے کا ڈھیر تھا۔ میں نے لاش وہیں چھپا دی۔

اوہ ـــــ پرنس نے حیرت سے عمران کی طرف دیکھا۔

پھر انہوں نے پرنس سے لاش کے بارے میں دریافت کیا۔

اور ساتھ ہی اس گنہگار کو بھی پوچھا ـــــ میں نے ظاہر ہے لاعلمی کا اظہار کیا ہوگا ـــــ

انہوں نے پرنس کو اغوا کر لیا پھر صفدر نے اس کا تعاقب کیا۔

اور نواب چکروتی کے پرانے محل میں وہ کیتھ سے ٹکرایا۔

کیتھ نے خود کو پرنس کی محبوبہ ظاہر کر کے پرنس کو چھڑوانے میں مدد دی۔ دراصل اس طرح وہ پرنس سے قریب ہو کر لاش کے بارے میں دریافت کرنا چاہتے تھے۔

اچانک ایک سفید رنگ کا آدمی ڈاکٹر ٹامس کے کلینک پہنچا

اس کی حالت قدرے بہتر تھی ـــــ

ڈاکٹر نے حتمی طور پر کہہ دیا کہ گوشت کی سفیدی برقی بھٹی

پر کام کرنے کی وجہ سے ہے۔

میں اور صفدر شکاریوں کے بھیس میں نواب کے نئے محل کی طرف روانہ ہو گئے۔ راستے میں ہمارا تعاقب ہوا۔

عمران نے یہ کہہ کر گھوڑوں کا واقعہ بڑی تفصیل سے سنا دیا جولیا، صفدر اور پرنس نے ہنستے ہنستے پیٹ پکڑ لئے۔

پھر ایک ٹرک نے ہماری کار کو مار گرانے کا پروگرام بنایا۔

اس سے بچنے کے بعد آندھی چلی ـــــ

یہ مصنوعی آندھی تھی جو علاقے میں ہوا کے دباؤ کم کر کے چلائی گئی تھی ـــــ خوش قسمتی سے ہم ایسے پہاڑی حصے میں پہنچ گئے تھے جہاں ہمیں کوئی زیادہ نقصان نہ پہنچا۔

نواب کے محل میں پہنچے ـــــ

نواب چکروتی نے خوب خاطر تواضع کی۔

رات گڑگڑاہٹ محسوس کر کے میں محل سے باہر نکل آیا۔

اور اس طرح میں نائٹ ایکسپریس تک پہنچا ـــــ اس پر سوار ہو کر اندر گھس گیا۔

وہاں میں نے دارالحکومت کے ایک غنڈے کو دیکھا۔

یہ گریلی تھا ـــــ

گریلی ان دنوں ایک سال کی قید بھگت رہا تھا۔ اسے دیکھ کر میں سمجھ گیا کہ دارالحکومت کی جیل سے قیدیوں کو فرار کرا کے

کہاں استعمال کیا جا رہا ہے۔

وہیں مجھے معلوم ہوا کہ ان لوگوں کے درمیان نائٹ ایکسپریس بطور پاس ورڈ استعمال ہوتا ہے۔

اس پاس ورڈ کی وجہ سے مجھے بڑی سہولت رہی لیکن نمبر [illegible] کے ہاتھوں مار کھا گیا۔ ستم ظریفی کی یہ بات ہے کہ میں ایٹی فور نمبر ایسے شخص کو بتایا جس کا نمبر ایٹی فور تھا۔

ویسے وہ آدمی بڑا [illegible] تھا۔ اس نے مجھے چکر دیا، اور بے خبری میں آ لیا۔

اس کے ساتھ دو جوان آدمی تھے۔ انہوں نے علی عمران کا حلوہ تیار کر دیا لیکن [illegible] وہ لوگ مجھے کالی جھیل میں پھینک دیتے۔ گریفی نے جان پر کھیل کر مجھے بچایا۔ میں دراصل اس لئے مطمئن تھا۔ [illegible] وقت دے رکھا تھا۔ اس وقت آدمی کو حملہ کرنا تھا۔ انہیں چند منٹ تاخیر ہو گئی۔ ویسے اس وقت تک صفدر بھی وہاں پہنچ چکا تھا۔

اس نے شاید میرا تعاقب کیا تھا۔ نواب نے اقبال جرم کر لیا ہے اور اس وقت وہ بڑے گھر میں بڑے گھر کے چشم و چراغ کی طرح عیش کر رہا ہے۔

اچانک عمران نے اپنے دونوں جبڑوں پر گھونسے مارنے شروع کر دیئے۔

چلو اب بھاگو یہاں سے سب لوگ۔ اور تم بھی ٹکٹ کٹاؤ۔

عمران نے پرنس کو گھونسہ دکھا کر کہا۔

اگر جولیا چاہے تو دس بیس سال یہاں رہ سکتی ہے۔ پھر اسے بھی جانے کی اجازت ہو گی کیوں اس وقت پر کچھ اس طرح سے بوڑھی ہو جائے گی ——

عمران نے یہ کہہ کر دونوں گالوں کو پچکا لیا۔

جولیا گھونسہ تان کر اس کی طرف بڑھی —— عمران کے دروازے کی طرف چھلانگ لگائی لیکن دروازے میں کھڑے ہوئے ایک باوقار اور شاہانہ لباس میں ملبوس شخص سے ٹکرایا —— اور بوکھلا کر اسے فرشی سلام کرنے لگا ——

پرنس آفندی کی نگاہ جیسے ہی دروازے میں کھڑے ہوئے آدمی پر پڑی اس کا حلق خشک ہو گیا۔ اور وہ کانپنے لگا۔

بابا......آپ.......آپ یہاں ؟

اور نواب صاحب نے گرجدار آواز میں کچھ کہہ کر آگے بڑھ کر ایک ہاتھ سے عمران اور دوسرے ہاتھ سے پرنس کی گردن تھام لی۔ پیچھے کھڑے ہوئے مصاحبوں نے منہ پر ہاتھ رکھ لئے۔

تمت بالخیر ٥